قصص الاولین مواعظ الآخرین

کارخانہ پیسہ اخبار کے سلسلہ تذکرۃ المشاہیر سے

معلم ثانی

شیخ الرئیس حکیم ابو علی سینا

شرف الملک حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا

کی زندگی کے حالات

جو رسالہ حسن سے باجازت ری پرنٹ کیئے گئے

دوسری مرتبہ ۱۹۰۱ء میں

مطبع خادم التعلیم لاہور میں منشی عبدالعزیز منیجر کے اہتمام سے چھپے

معلم ثانی

حکیم ابو علی شیخ الرئیس شرف الملک حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا[1] کے سوانح عمری

ابو علی (شیخ الرئیس) زمانۂ اسلام کے نامور حکیموں اور طبیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جسکے علم و فضل کی تعریف میں صرف یہی دلیل کافی خیال کی جاتی ہے کہ اس زمانے سے ابتک مسلمانوں میں کوئی شخص اسکا ہم پلہ پیدا نہیں ہوا۔ شیخ کا باپ عبد اللہ شہر بلخ کے نامور لوگوں سے تھا اور وہاں کی گورنمنٹ سے کوئی خدمت بھی اُسکے مفوض تھی۔

[1] سینا شیخ کے سلسلۂ اجداد میں پانچویں پشت پر ہے۔ قطب الدین لاہجی نے شیخ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ سینا فخر الدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ لیکن اُسکو اس روایت کے بیان کرنے میں دہوکا ہو گیا ہے۔ کیونکہ سینا اور فخر الدولہ کے زمانہ میں ایک سو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ بلکہ سینا سلاطین سامان کا ابتدائی عہد میں بخارا میں عہدہ جلیلہ سے سرفراز اور نظم و نسق کا مختار تھا۔ منہ

منصور بن عبد الملک سامانی کے عہد دولت میں وہ بخارا کو آیا۔ چونکہ وہ نہایت لائق اور تجربہ کار تھا منصور کے وزیروں نے اُسکی قدر کی اور اسکو نوکر رکھ لیا۔ اور وہ مدت تک اسی حالت سے بخارا میں مقیم رہا پھر وزیروں نے اسکو خرمثین کو روانہ کیا کہ وہ وہاں کی رعیت کو امن وامان کے ساتھ رکھے۔ وہاں ایک گاؤں تھا جسکا نام افشنہ تھا۔ اور جسکے قریب ہی سامان ایک مشہور مقام ہے یہاں پر اُس نے ایک عورت سے جسکا نام ستارہ تھا نکاح کر لیا۔ بعد نکاح خدا نے اسکو ایک ایسا نامی فرزند عطا کیا جس سے آجتک اُسکا نام زندہ و روشن ہے۔

بقول مشہور تیسری صفر ۳۷۰ھ میں اور ایک روایت صحیح کے بموجب ۳۶۳ھ میں مقام خرمثین میں شیخ پیدا ہوا اُسکا نام حسین رکھا گیا۔ اُسکی مدت رضاعت (دو یا ڈھائی برس) کے بعد عبد اللہ کے ایک اور لڑکا پیدا ہوا جسکا نام اُسنے محمود رکھا۔ اُس وقت حسین کی عمر پانچسال کی تھی۔

جب عبد اللہ کو خرمثین کے انتظام سے فراغت حاصل ہوئی تو وہ مع اپنی بی بی اور لڑکوں کے دوبارہ بخارا کو واپس آیا۔ چونکہ شیخ میں بچپن ہی سے دانائی اور اولوالعزمی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اسلیے اسکے باپ نے اسکو ایک معلم کے سپرد کیا تاکہ وہ قرآن اور اور علوم دین کی تعلیم پائے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگیا۔ تو معلم نے اسکو اصول علم ادب یعنے نحو۔ صرف۔ لغت معانی۔ اور بیان وغیرہ کی تعلیم دینی شروع کی شیخ نے ان علوم میں پانچ سال کے عرصہ میں کامل دستگاہ پیدا کر لی۔ جب اسکو ان علوم سے بھی فراغت حاصل ہو چکی تو اُسنے محمود مساح کی شاگردی اختیار کی جو ایک بقال تھا اور یہ شخص ریاضی میں آپ ہی اپنی نظیر تھا۔ بوعلی نے اُس سے حساب اور جبر و مقابلہ سیکھ لیا۔ بلکہ اُسکو ان علوم میں وہ مہارت اور ملکہ ہوا کہ وہ اپنے استاد کے ہمرتبہ ہوگیا۔ پھر اُسنے اسمٰعیل زاہد سے فقہ کی تحصیل کی اسمیں اسنے سوال کے طریقے اور اعتراض کی وجوہ اور مجیب کے جواب کا طریق عمل جیسا کہ مروج تھا سیکھ لیا۔

چونکہ عبد اللہ ناتلی علم منطق میں بڑا کامل اوستاد مانا جاتا تھا۔ عبد اللہ نے

لہ ناتلہ ایک گاؤں کا نام ہے جسکو فی الحال ناتل کہتے ہیں اور یہ کجور مازندران کے توابع میں ہے۔

اُسکی دعوت کی اور اوس سے اُس بات کی درخواست کی کہ وہ اس کے لڑکے (بوعلی) کو منطق
کی تعلیم نہایت عمدہ طریقے سے کرے عبداللہ ناتلی نے اسکی درخواست کو منظور کیا اور بوعلی
کو کتاب ایساغوجی شروع کرائی۔ جب اُسنے جنس کی تعریف اسطرح شروع کی "الجنس
هو المقول علی الکثرة المختلفة الحقایق فی جواب ما هو" کہ جنس وہ کلی ہے جو
اجزا مختلف الحقایق کی جواب ما ہو میں محمول ہوتی ہے" یہہ کہکر وہ خاموش ہوگیا۔ اس
تعریف پر شیخ نے اسقدر اعتراض کئے جسکے سننے سے استاد حیران اور اسکی رد کرنے سے عاجز
ہوگیا پھر تو بوعلی نے خود ہی نہایت محققانہ رائے سے اُسکے جوابات ادا کئے جس سے استاد کو
شبہات رفع ہوگئے۔ اُسوقت سے استاد اُسکے حسن بیان سے حالت استعجاب میں پڑگیا اور
پھر وہ ہمیشہ اسکی تعریف کرتا رہتا تھا۔ ناتلی نے شیخ کے باپ کو بلوایا اور خفیہ طور پر اُس
سے بیان کیا کہ تیرا لڑکا نہایت ذہین ہے۔ اُسنے شیخ کی تعریف کو اُسکے سامنے دوہرایا اور کہا
کہ اس لڑکے کی نہایت حفاظت کرنا۔ پھر وہ اُس کی تعلیم و تربیت میں زیادہ توجہ اور التفات
کے ساتھہ کام لیتا تھا جب شیخ ناتلی سے منطق کی تحصیل کر چکا تو اُسنے اقلیدس کی ابتدائی
چند شکلیں اُستاد سے سیکھنے کے بعد باقی شکلوں کو خود اُسنے اپنے قوت مطالعہ سے حل
کر ڈالا اور خود ہی اُستاد کے سامنے اُس علم کی وہ نزاکتیں بیان کرتا تھا۔ جس سے
اُستاد کا استعجاب بڑھتا جاتا تھا پھر اُسنے متوسطات کی تکمیل کی اور پھر مجسطی شروع
کی۔ جب اُسکو اس علم کے مقدمات سے فراغت ہوئی اُس نے ہندسی اشکال کیطرف
توجہ کی۔ جب ناتلی نے یہ دیکھا کہ اب اچھی طرح سے اسکی تفہیم مجھہ سے نہیں ہوسکتی۔
تو اُسنے شیخ کو ہدایت کی کہ تو اس کتاب کو بطور خود دیکھہ ڈال اسپر بھی اگر کوئی مسئلہ
حل طلب باقی رہ جائے تو میں اسکو حل کردونگا۔ بوعلی نے اُسکی ہدایت پر عمل کیا اور
تھوڑے دنوں میں مجسطی کے مشکل مسایل کو حل کرکے قلمبند کرتا گیا۔ اس اثنا میں ناتلی کو گرگانج
(مملکت خوارزم کا ایک آباد شہر جو اتبک آباد اور مشہور ہے) جانیکا اتفاق ہوا۔ اسوجہہ سے
شیخ اُستاد کی صحبت سے محروم رہا اور اسی خیال سے اُسنے اپنے اوپر اور سخت محنت گوارا
کی اور وہ رات دن کتابوں کے مطالعے میں اسقدر محو رہا کرتا تھا۔ کہ اُسکو دن اور
رات کی مطلق خبر نہیں ہوتی تھی اسی مشغلہ کے اثنا میں اُسنے اپنے کتب خانہ کو تابقدر
علمی کتابوں سے آراستہ کرلیا۔ جب وہ علم طبعی اور علم الٰہی سے فارغ ہوا تو اُس کو علم

طب کی تحصیل کا شوق دامنگیر ہوا۔ اسنے ابو منصور حسن بن نوح القمری کو انتخاب کیا جو اس علم کا بڑا ماہر تھا۔ تھوڑے ہی زمانے میں اسنے علم طب میں وہ دستگاہ حاصل پیدا کی کہ بڑے بڑے استاد بھی اس سے علم کے دقایق کی تعلیم پاتے تھے۔ پھر اسنے طب میں ایک نہایت عمدہ کتاب تصنیف کی جس میں علم طب کے اجزائے نظری وعملی کو نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا۔ غرضکہ اسکو طب میں وہ ملکہ پیدا ہوا۔ کہ نامور استاد اور طبیب حاذق بھی اس کی شاگردی کو باعث فخر سمجھنے لگے اور اسکی بیش بہا تحقیقات سے فائدہ اوٹھانے لگے۔

اسکے بعد شیخ نے مطب کھولا اور بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ جو بیمار کہ امراض میں مبتلا ہوتے تھے۔ وہ اُسکے حسن تشخیص اور خوبی معالجہ سے شفایاب ہوتے تھے۔

اس مطب کے زمانے میں جو صبح و شام بیماروں کے دیکھنے اور اُن کے علاج کرنے میں اُسکا وقت صرف ہوتا تھا اُس نے فقہ کے مشغلے کو بھی جاری رکھا۔ بلکہ وہ اس زمانے میں بھی اپنے ہمعصر فقیہوں سے مناظرہ اور مباحثہ کرتا رہتا تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس زمانے میں جب کہ وہ اس مرتبہ کو پہونچا تھا۔ اُس کی عمر بیس برس کی بھی نہیں ہوئی تھی اسکے بعد اُسنے دوبارہ منطق اور ما بقے علوم فلسفہ کو دیکھنا چاہا اور سال بھر تک ان علوم کے مطالعے میں اسقدر مستغرق رہا کہ رات کو اتنا ہی سوتا تھا جس سے خواہش نفسانی کو کسیطرحکا نقصان نہ پہونچے اور کھانا اتنا کھاتا تھا جس سے بدن ضعیف نہ ہونے پائے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو وہ مقوی شربت پیا کرتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب منطق وغیرہ کا کوئی مسئلہ اُس سے حل نہ ہوتا تو وہ بعد طہارت کے مسجد کو جاتا اور خدا سے اس مسئلہ کے حل ہوجانے کی التجا کرتا۔ خدا کی قدرت کہ وہ مسئلہ حل ہوجاتا اور اُسکا منشا پورا ہوجاتا۔ وہ ہمیشہ تصنیف و تالیف اور تقریریں کرتا رہتا تھا۔

اسکے بعد وہ کتاب ما بعد الطبیعت کے مطالعہ میں مصروف ہوا جسکو علم

ماقبل الطبیعت اور علم کلی اور فلسفہ اولی بھی کہتے ہیں۔ اس علم میں اُن موجودات سے بحث ہوتی ہے جنکا وجود خارجی اور ذہنی مادہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ مثلاً ذات باری اور مجردات وغیرہ۔ چونکہ یہ علم نہایت نازک اور اسکے مسائل بہت پیچیدہ ہوتے ہیں گو شیخ نے اُن کے سمجھنے میں بہت کوشش کی تاہم وہ اُسکے سمجھنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوا اور جسکی وجہ سے وہ پریشان خاطر ہوا اور اُسنے مطالعہ ترک کردیا۔ وہ اسی پریشانی کی حالت میں تھا کہ اتفاق سے ایک روز بازار میں اُسکا گذر ہوا تو ایک شخص ایک کتاب بغرض فروخت اُسکے پاس لایا۔ شیخ نے اُسکو کھولا اور چند سطریں اُسکی پڑھیں تو معلوم ہوا کہ یہ کتاب مابعد الطبیعت میں لکھی گئی ہے چونکہ شیخ کی طبیعت اس سے اوکتا گئی تھی اسلیئے اُسکو اس کتاب کے خریدنے میں تامل ہوا۔ بائع نے کہا اگر آپ اسکو خریدینگے۔ تو بہت سستی قیمت میں آپ کو دیجاویگی۔ اسلیئے کہ مالک کتاب بہت کم استطاعت بلکہ محتاج ہے۔ اگر آپ اس کتاب کی قیمت میں مجھکو صرف تین درہم بھی دینگے تو نہ صرف میں ممنون ہونگا بلکہ آپ مالک کتاب کی دعائے خیر کے مستحق ہونگے۔ بوعلی نے اُسکی خاطر سے چند درہم دیکر کتاب خرید لی۔ جب وہ گھر پہنچا دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابونصر فارابی معلم ثانی کی تصنیف ہے۔

غرض یہ کہ شیخ مایوسی کے ساتھ اُسکو دیکھتا گیا۔ خدا کی قدرت کہ اس کتاب میں علم الٰہی کی معرکہ آرا اور پرپیچ مسایل اس خوبی اور صفائی کے ساتھ بیان کیے گئے تھے کہ فوراً اُسکی سمجھہ میں آگئے اس سے بوعلی کو اسقدر خوشی ہوئی کہ وہ پھولا نہیں سماتا تھا اور اُسنے اسکے شکریہ میں خالصتاً للہ غریبوں اور مسکینوں کو خوش کیا۔

روایت ہے کہ اس زمانے میں امیر نوح بن منصور سامانی بہت بیمار ہوا شہر کے نامی اطبا جوں جوں اُسکا علاج کرتے جاتے تھے۔ اُسکا مرض بڑھتا ہی جاتا تھا۔ آخر وہ بیزار اور معالجہ سے دست بردار ہوگئے۔ چونکہ بوعلی کے علم و عمل کا جابجا چرچا ہو رہا تھا۔ جب بادشاہ کے سامنے اُسکا ذکر آیا تو اُسنے اُس کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ شیخ آیا اور بیماری کی اگلی سب کیفیت دریافت کی جسکے معلوم کرنے سے اُسنے مرض کی تشخیص کرلی اور علاج شروع کردیا۔ بفضل خدا تھوڑے عرصہ

میں بادشاہ دن بدن تندرست ہوتا گیا۔ بعد صحت بادشاہ نے اُسکو بہت کچھہ
عطیات اور صلات شاہی سے مالا مال کردیا۔ اور اسقدر اُسکا معتقد ہوگیا کہ
دم بھر اُسکو اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتا تھا اور اپنے سب امیروں اور
وزیروں سے اوسکو زیادہ چاہنے لگا۔

اس زمانے میں شیخ نے بادشاہ سے کتب خانہ دیکھنے کی اجازت حاصل
کی۔ اور جب اُسکو اجازت مل چکی تو وہ رات دن کتاب خانہ میں [illegible] انکا مطالعہ
کرتا تھا۔ گو یہ محنت سخت اور دشوار تھی لیکن وہ اسپر مثل عشق سے خوش گوار
گذرتی تھی۔

کتب خانۂ شاہی میں ایک ہی کتاب کی جو متعدد کاپیاں (نسخہ) تھیں۔
وہ ان میں سے چھانٹ کر اپنے کتاب خانے کے لیئے جمع کرتا گیا اور جس نایاب کتاب
کی ایک ہی کاپی ہوتی تھی۔ اسکی خود ہی نقل کرلیتا تھا یا اوروں سے اُس کی نقل
کرالیتا تھا۔

یہ محض خدا کی عنایت اُسکے شامل حال تھی جو اسکو ایک ایسا بے نظیر
کتب خانہ میسر آیا۔ جسمیں نامور متقدمین و متاخرین مصنفوں کی عمدہ اور مفید
کتابیں جمع تہیں۔ اور ان کتابوں کے مطالعے سے وہ ایک عرصۂ قلیل میں معقول
اور منقول کا عالم جید بنگیا۔

بوعلی کا کتب خانہ میں جانا اور اُسکے کتب خانہ کو چھوڑنیکے بعد اُسکو آگ لگنا
یہ بھی ایک عجیب اتفاق کی بات تھی جس وجہ سے اُسکے معاندوں کو اُسکی شکایت
کا خوب ہی موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے اُسکو بادشاہ کا معتوب بنانا چاہا لیکن اُن
کو اس معاملے میں کامیابی نہیں ہوئی اور اُن کی سب کوششیں رائگان
گئیں۔ اُنہوں نے بادشاہ سے کہا کہ شاہی کتب خانے میں جو آگ لگی
اور کتابیں جلکر خاک سیاہ ہوگئیں یہ سب بوعلی کی شرارت تھی اور اس
سے اُس کا مقصود یہ تھا کہ ان کتابوں کے فنا ہونے کے بعد وہ اپنی تصنیفات کے
سلسلے کو دنیا میں شایع کرے تاکہ لوگ [illegible] کو علوم و فنون کا موجد خیال کریں لیکن
اُن کی اس چغلی سے بادشاہ کے دلمیں بوعلی کی جانب سے ذرا بھی شبہ نہ ہوا

اسی زمانہ میں ابوالحسن عروضی نے شیخ سے اسبات کی درخواست کی کہ وہ علم حکمت میں کوئی جامع کتاب تصنیف کرے شیخ نے اُسکی درخواست کے بموجب کتاب مجموع تصنیف کی جسمیں سوائے ریاضی کے اور سب علوم فلسفہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ درج ہیں۔

یہ بھی روایت کیگئی ہے کہ شیخ ابوبکر برقی خوارزمی کو جو فقہ اور تفسیر کا بڑا عالم تھا۔ تحصیل علوم کا شوق ہوا اُسنے شیخ سے التماس کیا کہ وہ علم حکمت میں ایک جامع کتاب تصنیف کرے کہ فلسفہ کا کوئی جزو اوس سے نہ چھوٹے بوعلی نے اُسکی درخواست پر کتاب حاصل ومحصول جو بیس جلدوں میں ہے لکھی پھر ابوبکر نے اُسکو علم اخلاق میں کسی کتاب کی تصنیف کرنے پر آمادہ کیا تو اُسنے کتاب البروالاثم تصنیف کی ابن خلقان کا بیان ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے زمانے میں شیخ کی عمر بائیس سال کی تھی۔

اسی زمانے میں امیر نوح بن منصور کی وفات واقع ہوئی اُسکی موت کی وجہہ سے سلاطین سامانی کا دور حکومت ہی ختم ہوگیا۔ اور بخارا میں چاردفعہ فتنہ وفساد برپا ہوا گوکہ منصور بن امیر نوح اپنے باپ کی جگہہ پر سریر آرائے سلطنت ہوا لیکن متواتر فتنہ و فساد نے پولیٹیکل امور میں ایسا تزلزل اور تہلکہ پیدا کردیا کہ سلاطین سامان کو کامیابی ہونی گئی اور اسکے ساتھہ ہی سلاطین غزنین کو ترقی بھی ہوتی ہوگئی۔

ایک مدت تک بخارا کا یہی حال رہا اور سامانیوں کی سلطنت ہمیشہ کیلئے دنیا سے نیست ونابود ہوگئے اور اسی اثناءمیں بوعلی کے باپ کا بھی انتقال ہوگیا اور بوعلی بے سروسامانی کی وجہہ سے نہایت خستہ وپریشان حال ہوگیا۔ ناچار وہ سفر کرنے پر آمادہ ہوا اور کرگانج کو روانہ ہوا۔

چونکہ سلطان خوارزم کا وزیر ابوالحسین سہلی بڑا فقیہ اور فقہا کا قدردان تھا شیخ نے اُس سے ملاقات کرنی چاہی۔ سفر کی تکان سے ایک دو روز آرام پاکر اسکی ملاقات کو گیا اسنے شیخ کی ویسی ہی قدر ومنزلت کی جیسی کہ ایک ایسے قابل قدر شخص کی کرنی چاہیے تھی۔

جب مجلس سے عام لوگ اُٹھگئے تو اُسوقت شیخ نے فقہ کی بحث چھیڑی ابوالحسین کو معلوم ہوگیا کہ یہ شخص نہ صرف عالم فقہ ہے۔ بلکہ اگر وہ اس علم میں اجتہاد کا دعوی

کرے تو کوئی بیجا نہیں ہے۔

پھر اُسنے شیخ سے اُسکا نام و نشان پوچھا جب اُسکو معلوم ہوا کہ یہی شیخ الرئیس ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور اُس کو بادشاہ کے پاس لیگیا۔ بادشاہ نے بھی اُسکی تعظیم و توقیر کی۔ دوسرے روز بادشاہ نے اُسکو پھر بلوایا جب شیخ آیا تو اُسکے ساتھ الطاف خسروانہ سے برتاؤ کیا گیا اور اُسکے رہنے کے لیئے ایک نہایت عمدہ عالیشان محل خالی کردیا گیا اور حوائج ضروری کے لیئے ایک مناسب مشاہرہ مقرر کردیا گیا چونکہ سلطان خوارزم علم دوست تھا اسلیئے اُس کی مجلس میں حکیم طبیب منجم ادیب اور شاعر وغیرہ غرضکہ ہر ایک علم و فن کے صاحب کمال لوگ جمع رہتے تھے۔ اُسنے شیخ کو بھی اپنی مجلس علمی کا ممبر بنایا۔ اور ہمیشہ وہ اس مجلس کی مباحثے اور مناظرے سے لطف صحبت اُٹھاتا رہتا اور مدت تک ایسی صحبت رہی۔

جب سلطان محمود غزنوی نے خوارزم شاہ کی ملک پر فوجکشی کی اور غلبہ ہوا اور وہ ملک اُسپر بحال رکھا گیا۔ اسپر بھی خوارزم شاہ اُسکی عدول حکمی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ موقع پاکر غمازوں نے سلطان محمود کے سامنے چغلی کھائی اور محمود کو یہ سکھلا کر کہ بوعلی بڑا سخت متعصب شیعی اور اُس مذہب کی اشاعت کا ساعی ہے۔ شیخ کی جان کا دشمن بنادیا۔

چونکہ سلطان محمود بھی مذہب سنت و جماعت کا بڑا حامی تھا اسکو ایک ایسے فاضل اور حکیم شخص کا مذہب شیعی کا موید ہونا خلاف مصلحت معلوم ہوا اسنے خوارزم شاہ کو بعد تفضل حسن بن میکال کی زبانی کہلا بھیجا "ہم سنتے ہیں کہ تمہارے یہاں بڑے بڑے صاحب کمال ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم بھی ان کی صحبت سے لطف اُٹھائیں اسلیئے آپ اپنے یہاں کے منتخب لوگوں کو ہمارے دردولت پر حاضر کردیں۔

پس سلطان محمود کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب خوارزم شاہ شیخ کو میرے پاس بھیجے گا۔ تو میں اُسکو قتل کرا دونگا غرضکہ خوارزم شاہ سلطان محمود کے پیغام سے اُسکا جو مقصد تھا سمجھ گیا اور اُسنے ابوریحان اور شیخ الرئیس کو یہ سکھلادیا کہ جب حسن بن میکال آکر سلطان کا پیام پہونچائے تو تم اسوقت بر سر دربار اُسکے پاس

جانیسے انکار کردینا گو میں تمکو غزنین کو جانے پر بظاہر مجبور بھی کرونگا لیکن تم ہرگز قبول نہ کرنا۔ اور پھر مجھکو عذر کرنے کے لیئے ایک کافی وجہہ ہو جائے گی۔

جوں ہی کہ شیخ اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور سفر کرنے پر آمادہ ہو گیا اور نکل کھڑا ہوا۔ لیکن ابوریحان اور ابن الخمار نے غزنین کے جانے میں اپنی رضامندی ظاہر نہ کی۔

غرضکہ جب حسن بن میکال خوارزم شاہ کے پاس سے بے نیل مرام واپس ہوا اور سلطان محمود سے صورت بیان کی۔ چونکہ سلطان محمود اس کے قتل پر بالکل آمادہ ہو گیا تھا۔ اُسنے یہ تدبیر سوچی کہ شیخ کی متعدد تصویریں کھینچوا کر اُسکے سراغ سے اُسکو گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ اُسنے ابو نصر منصور سے جو فن تصویر کشی میں بڑا اُستاد تھا شیخ کی متعدد تصویریں کھینچوائیں۔ اور اُن کو جاسوسوں کے حوالہ کر کے یہ حکم دیا کہ اس حلیہ کا یہ آدمی جہاں کہیں ملے فوراً اُسکو بلا تامل پکڑ و اور اُسکو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔

جب تصویریں کھینچی جاکر جاسوسوں کے حوالے ہوئیں تو وہ شیخ کے سراغ پر متعدد اسمات میں روانہ ہوئے۔ بو علی بھی قسمت کا مارا اپنی جان چھپائے کوہ وصحرا میں مارا مارا پھرتا تھا وہ ایک مقام سے جرجان اور رے کو معہ اپنے ہمراہیوں کے چلا جا رہا تھا۔ ابو سہل مسیحی راستے ہی میں شدت تشنگی سے مرگیا۔ شیخ بھی چھپتا چھپاتا مقام ابیورد میں پہونچا گو وہ سخت بیمار اور پریشان حال تھا یہاں سے لذنا کو (جو علاقہ خراسان کا ایک مشہور ہے) روانہ ہوا اور پھر وہاں سے نکلکر نیشا پور پہونچا۔ اور چند روز تک یہاں مقیم رہا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ اپنے مقام اقامت سے باہر نکلا ہوا تھا کہ چند آدمی دبی آواز سے باتیں کر رہے تھے شیخ نے انجان طور پر سنا تو اُسکو اپنا نام سنائی دیا اور جب غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شیخ (اُسکے) کے فرار ہو جانے اور سلطان محمود کے حکم کا تذکرہ کر رہے تھے اس سے اُسکو سخت تردد ہوا اور اسی میں اپنا امن دیکھا کہ جہاں تک جلد ہو سکے یہاں سے بھاگ جائے پس وہ فوراً جرجان کو روانہ ہو گیا۔ یہ سلطان قابوس کا زمانہ تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ بادشاہ خود بھی عالم تھا اور علم دوست بھی تھا اُسکو ہمیشہ عالموں۔ فاضلوں۔ اور حکیموں کی تلاش رہتی تھی اور وہ ایسا خوش خلق اور کریم النفس تھا کہ ہر شخص اُسکا مداح تہا اور اُسکی عام نیک عادات کا تذکرہ زبان زد عام تھا۔ اسبات کے معلوم ہونے سے شیخ کسیقدر مطمئن ہوا اور چونکہ وہ مفلس ہو رہا تہا اُسنے پیشہ طبابت اختیار کیا اس فن میں وہ بڑا تجربہ کار اور ماہر ہونے کی سبب سے تھوڑے ہی عرصے میں وہ مشہور ہوگیا اور مریضوں کے جوق جوق اُسکے مطب میں آنے اور بفضل خدا اُسکے علاج سے سخت امراض سے شفایاب ہونے لگے۔ شیخ بھی معالجات کی فیس سے کسیقدر آسودہ حال ہو گیا۔

اس اثنا میں قابوس کا بہانجا بیمار ہوا اور روز بروز اُسکا مرض بڑہتا جاتا تھا اور عرصے تک وہ بستر مرض پر ضعیف و ناتوان پڑا رہا اسکے سرہانے طبیبوں کا ہجوم رہتا تہا۔ مگر کسی کے علاج سے اُسکا مرض زایل نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ قوی گھٹتے اور مضمحل ہوتے جاتے تھے نہ کسی دعا سے فایدہ ہوتا تھا اور نہ دوا سے۔

اس واقعہ سے قابوس سخت پریشان اور غمگین تھا۔ ایک روز اُسکے درباریوں میں کسی نے یہ ذکر کیا کہ آجکل ہمارے شہر میں ایک نوجوان حکیم نو وارد ہے وہ امراض کی خوب تشخیص کرتا ہے۔ بلکہ اُسکے بعض بعض معالجہ اعجاز کا نمونہ ہیں۔ یہ سنکر قابوس نے حکم دیا کہ جہانتک جلد ہوسکے اُسکو ہمارے حضور میں حاضر کرو۔

لوگ شیخ کے پاس دوڑے آئے اور اُسکو یہ مژدہ سنایا کہ سلطان نے آپکو یاد فرمایا ہے۔ یہ سنکر وہ ان کے ساتھ ہولیا اسنے قابوس سے مریض کے دیکھنے کی درخواست کی سلطان نے اجازت دی ؛

شیخ جب مریض کے سرہانے پہنچا اور دیکھا کہ ایک خوب صورت نوجوان جسکی عمر بیس برس سے بھی کم تھی۔ اور جسکے رخساروں پر سبزہ کا عنا تک نہیں تھا۔ بستر مرض پر پڑا ہوا ہے۔ شیخ اُسکے پاس بیٹھ اور اُسکے تیمار داروں سے سب کیفیت دریافت کی اُن سب حالات کے سننے اور خود مریض کی صورت حال کے دیکھنے سے اُسکو معلوم

ہوگیا کہ یہ مرض جذبات نفسانی کا نتیجہ ہے۔

پھر اس تشخیص کے بعد اُسنے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسے آدمی کو بلا لو جو اس شہر کے سب محلوں اور مقامات سے واقف ہو۔ فوراً اُس کے حکم کی تعمیل کیگئی۔ اور ایک شخص لایا گیا۔ شیخ نے مجلس سے سب لوگوں کو اُٹھوا دیا۔ اور مریض کی نبض پر ہاتھ رکھکر اس شخص سے کہا کہ تم سب محلوں کے نام گنو جب وہ ایک ایک محلہ کا نام گنتا گیا تو ایک محلہ کے نام لینے سے مریض کی نبض میں کچھہ عجیب حرکتیں محسوس ہوئیں۔ پھر شیخؒ اُسکو روک دیا۔ اور کہا کہ تم اب اُس محلہ کے ہر ایک صاحب خانہ کا نام لو اور جب اُسنے اُس محلہ کے ہر ایک صاحب خانہ کا نام بیان کیا تو ایک کے نام لینے پر نبض میں اور بھی عجیب حرکتیں پائی گئیں۔ شیخ نے کہا اب ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اُس گھر کے سب لوگوں کے نام سے واقف ہو تلاش کرنے سے وہ شخص بھی آیا جو گھر کے سب لوگوں کے نام سے واقف تھا شیخ نے مریض کی نبض پر ہاتھہ رکھکر اس سے کہا کہ تم گھر کے سب لوگوں کا نام گنو۔ ایک عورت کے نام لینے سے اُسکی نبض میں بہت ہی عجیب و حرکتیں محسوس ہوئیں جنکو پہلی حرکتوں سے بہت کچھہ مناسبت نہیں تھی۔

اسکے بعد شیخ نے قابوس سے کہا کہ یہ نوجوان فلان لڑکی پر جسکا گھر فلان محلہ اور فلان گلی میں ہے عاشق ہے۔ درد فراق سے اِسکا یہ حال ہو رہا ہے۔ اس کا علاج بجز دیدار اور وصال محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔ گو مریض کے افعال و حرکات سے بھی یہی بات پائی جاتی ہے لیکن کسی نے اسکا خیال تک نہیں کیا۔ پھر قابوس نے جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ نے جو بات بتائی ہے وہ صحیح ہے۔

قابوس کو سخت تعجب ہوا اور بیمار کے دیکھنے سے بھی اُسکو وہی معلوم ہوا۔ لیکن قابوس نے شیخ سے اُسکا نام و نشان پوچھا اور تصویر کے ملانے سے بھی معلوم ہوا کہ یہی بوعلی ہے۔ تو اُسنے اُس کو گلے سے لگا لیا اور اپنی مسند پر لا کر بٹھلایا۔

پھر قابوس نے اُس سے پوچھا کہ تمنے اِسکے مرض کو کیونکر پہچانا کہ اسکو مرض عشق ہے۔ اور اِسکی محبوبہ کا پتہ کیونکر معلوم کر لیا۔ شیخ نے کہا جب مینے اِسکو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اِس کو ابتدا میں کوئی بدنی مرض نہیں ہوا ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اسکو جذبات نفسانی کا مرض ہے۔ اور جب مینے یہ دیکھا کہ وہ اپنے عشق کو بہت چھپاتا ہے۔ اور اپنے راز کا ظاہر ہونا پسند نہیں کرتا ہے۔ تو مینے بھی اِس کو ظاہر کرنے پر مجبور کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔

اِس سے قابوس نہایت خوش ہوا اور شیخ کی وقعت اُسکے دل میں اسقدر بیٹھ گئی کہ وہ اُسکے فضل و ہنر کا گرویدہ اور فریفتہ ہو گیا اور اُسکو شاہانہ خلعتوں اور عطیات سے مالامال کر دیا۔

اسکے بعد قابوس نے شیخ کے مشورے سے اُس لڑکی کے ساتھ اسکا نکاح کرا دیا اور پھر اُسکا مرض بالکلیہ جاتا رہا۔

پھر قابوس نے شیخ کو اپنے پاس نہایت خاطر و مدارات سے رکھ لیا اور سلطان محمود سے اُسکے عفو جرائم کی نسبت اسقدر سفارشیں کیں کہ آخر کار سلطان محمود کے دل سے وہ کینہ جو کہ وہ شیخ کی نسبت رکھتا تھا بالکلیہ زائل ہو گیا۔

غرضکہ کچھ مدت تک شیخ نہایت عزت و احترام کے ساتھ قابوس کی صحبت میں رہا اتفاقاً اُس زمانے میں قابوس سے رعیت باغی ہو گئی۔ اور ایسا غدر ہوا کہ اُسکی وجہ سے نہ صرف سلطنت میں زوال آیا بلکہ اُسکی سلطنت تباہ و برباد ہو گئی۔ اور آخر کار قابوس بسطام کے ایک قلعہ میں جو جناشک کے نام سے مشہور ہے قید کر دیا گیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں قتل کر ڈالا گیا۔

چونکہ اب شیخ کا کوئی سرپرست نہیں رہا تھا اسلیئے اُسکو وہاں سے نکلنا پڑا۔ اسلیئے وہ جرجان سے کوہستان کا راستہ لیا اور ایک مدت تک وہ یہاں مقیم رہا۔ اسی زمانے میں اُس نے اس مقام میں چند کتابیں تصنیف کیں۔ پھر وہ یہاں بیمار بھی ہوا۔

اسی حالت میں دوبارہ جرجان کو گیا اور اسوقت وہ بہت مفلس ہو گیا تہا اور اس کی حالت بہت ردی ہو گئی تھی اُسنے اپنی اس حالت کے اظہار مین ایک قصیدہ بھی لکہا ہے جس سے اُسکی حالت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اُس قصیدہ میں ایک یہ بھی بیت ہے۔

لمّا عظمت فلیس مصر واسعی لمّا غلا ثمنی عدمت المشتری

ترجمہ

جب میری قدر و منزلت بڑہی تو اُسکے رہنے کے لیئے کسی شہر کی وسعت کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ اور جب میری قیمت گراں ہو گئی تو مینے خریدار کو مفقود پایا۔

اسی زمانے میں ابو عبید اللہ جرجانی کو جسکا نام عبد الواحد تھا علم فلسفہ کی تحصیل کا شوق ہوا اور وہ شیخ کی صحبت میں اُسکے مرتے دم تک رہا چنانچہ اکثر مورخین نے شیخ کے حالات کو اُسی کی روایات سے لکہا ہے اور اوسکے سوا اور روایتوں کو قریب قریب غیر مستند خیال کیا ہے۔

ابو عبید اللہ سے روایت کیگئی ہے کہ ابو محمد شیرازی کو جو جرجان میں تحصیل فلسفہ کا شوق ہوا اور اُسنے شیخ سے اسبات کی درخواست کی کہ آپ اپنے فضل و کمال سے ہمکو مستفیض فرمائیے۔ پھر ابو محمد شیرازی نے شیخ کے لیئے اپنے پڑوس میں ایک مکان خریدا۔ جب شیخ اُس مکان میں رہنے لگا تو وہ ہر روز صبح سے شام تک شیخ کی صحبت میں رہا کرتا تھا اور اسی زمانے میں اُسنے شیخ سے منطق اور مجسطی پڑہی ابو عبید اللہ بھی ہر کتاب میں اُس کا شریک رہتا تھا۔

چونکہ اس اثنا میں شیخ ایک مدت دراز تک فتنہ و فساد سے محفوظ رہا تھا اُسنے تصنیف و تالیف کے سلسلے کو پھر شروع کیا۔ اور کتاب اوسط اور کتاب مبدا و معاد تصنیف کی اور جو کتابیں ناتمام رہ گئی تہیں اُنکی تکمیل بھی کی۔

یہ کتاب اوسط جرجان کے نام سے بہی مشہور ہے اور وہ اُسی زمانہ میں لکھی گئی جبکہ شیخ جرجان میں تہا

ایک مدت سے شیخ کو جرجان میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب اُس کا دل برخاستہ ہوگیا اس سبب سے وہ ملک رَے کو روانہ ہوا یہ زمانہ مجد الدولہ اور اُسکی ماں ملکہ کا تھا۔ چونکہ وہ دونو شیخ کے حال سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیئے اُنھوں نے شیخ کی بہت خاطر کی اور اُسکو نہایت تعظیم و توقیر سے اپنے یہاں رکھا۔

اتفاقاً اُس زمانہمیں مجد الدولہ کو مالیخولیا کا مرض ہوگیا۔ ملکہ نے شیخ کو مجد الدولہ کے علاج کرنے کے لیئے کہا اور جب شیخ نے علاج کیا تو مجد الدولہ بہت جلد تندرست ہوگیا اور ملکہ بہت خوش ہوئی۔ ادسکو صلات و عطیات سے بہی خوش کیا۔

شیخ نے انہیں ایام میں کتاب معاد کو مجد الدلہ کے نام سے معنون کیا۔ اور اس زمانہمیں یہہ بہی سنا گیا کہ سلطان محمود تسخیر رَے کے ارادے سے نکل چکا ہے اور بہت قریب ہیں وہ یہاں پہونچنے والا ہے۔ اس خبر کے سننے سے شیخ کو بہت تردد ہوا اور وہ رَے سے نکلکر قزوین چلا گیا اور قزوین سے ہمدان کو روانہ ہوا۔ یہ زمانہ شمس الدولہ بن فخر الدولہ کی حکمرانی کا تھا شیخ کدبانویہ کے پاس اُترا جو شمس الدولہ کے ایک امیروں میں سے تھا اور کچھہ دنوں تک وہ اُس کے یہاں بطور ناظر کے رہا۔ اتفاقاً اس زمانہمیں شمس الدولہ مرض قولنج میں گرفتار رہوا۔ جب شیخ کے مطب کا حال اُسکے گوش زد ہوا تو اُسنے اُسکو اپنے علاج کے لیئے طلب کیا۔ شیخ نے حقنہ اور شیاف وغیرہ اعمال طِب سے اُسکا علاج کیا اور وہ کچھہ عرصے میں چنگا ہوگیا اور اسوجہہ سے شمس الدولہ اُسکو بہت چاہنے لگا۔ اور اُسکو اپنا مصاحب خاص بنایا۔

اس اثنا میں شمس الدولہ نے کرمان شاہان (وحرب عناز) کے ملک پر چڑہائی کی جو کہ اُس ملک کا حاکم تہا۔ اس سفر میں شیخ بھی اُسکے ہمراہ تھا جب دونو فوجیں ملیں اور جنگ ہوئی تو شمس الدولہ کو فتح نصیب نہیں ہوئی اور اسوجہہ سے وہ ہمدان کو واپس روانہ ہوا۔ اور اُسنے شیخ سے درخواست کی

کہ وہ وزارت قبول کرے۔ شیخ نے وزارت قبول کی اور اس خوبی سے عہدۂ وزارت کو چلایا کہ لوگ حیران ہوگئے

اس زمانہ میں شمس الدولہ کا خزانہ روپے سے خالی ہوگیا تھا اور اہل فوج اور امراور نوکروں اور وظیفہ خواروں اور انعامداروں اور منصب داروں کا تقاضا ہو رہا تھا۔ عام لوگوں نے خیال کیا کہ شیخ ہی نے غبن کی ہے اور اپنا گھر بھر لیا ہے۔ چنانچہ بعض حاسدوں نے اہل فوج کو یہ ترغیب دی کہ تم شیخ کے مکان میں کچھ روپیہ اور اشرفی ڈالدو اور بادشاہ سے عرض کرو کہ تمام خزانہ شیخ نے چرایا ہے۔ اسوقت ہم بھی تمہاری تائید کرینگے اور اسکا ثبوت بھی پہونچانے میں تمہاری مدد کرینگے۔ اس سازش کے بموجب لوگوں نے یہ کارروائی کی۔ اور پھر وہ شیخ کو بادشاہ کے پاس پکڑ لے گئے۔ اور بادشاہ کو اُس کے جرم کا ثبوت دے کر اُسکے قتل پر آمادہ کرنا چاہا لیکن شمس الدولہ نے اُن کے اس کہنے سے اصلاً التفات نہیں کیا۔ بلکہ اُسنے اس فتنہ کے فرو کرنے کے لیئے یہ پولٹیکل چال اختیار کی کہ شیخ کو چند روز کے لیئے عہدۂ وزارت سے معزول کردیا اور اُس کی جگہہ پر ابوسعید ابن خداک کو عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا اور اسوجہ سے شیخ معزول ہوکر چالیس روز تک خانہ نشین رہا تہا کہ شمس الدولہ کا مرض قولنج پھر عود کیا۔ تو اُسنے شیخ کو بڑی منت سماجت سے بلوایا اور جب وہ آیا تو اُس سے بہت معذرت کی اور کہا کہ یہ صرف ایک پولٹیکل چال تھی جو مینے تمکو عہدۂ وزارت سے معزول کردیا۔ کیونکہ بغیر اسکے یہ فتنہ فرو ہونے والا نہیں تھا۔ پھر شیخ اُسکا علاج کرنے لگا اور جب وہ اچھا ہوگیا تو شیخ کو پھر اس عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا

اس زمانہ میں ابو عبید اللہ نے جو شیخ کا شاگرد رشید تہا شیخ سے درخواست کی کہ وہ ارسطو کی کتابوں کی شرح لکھے۔ چونکہ شیخ کو عہدۂ وزارت کے کاموں سے مطلق فرصت نہیں تھی اسلیئے اس درخواست کو منظور نہیں کر سکا

لہ اس لفظ کو حیدرآباد میں اسیطرح بولتے ہیں ورنہ درحقیقت اس لفظ کا صحیح اطلاق مختلف ہے۔ (حسن)

لیکن اس سے ابو عبید اللہ کا اصرار اور بڑھا۔ اس پر شیخ نے کہا کہ اب مجھکو زیادہ فرصت نہیں ہے البتہ ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو اعتراضات اور طول وطویل مباحثات سے خالی ہوگی۔ ابو عبید اللہ نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ پس شیخ نے علم طبعیات کو لکھا اور اُسکو اپنی کتاب شفا میں شامل کر دیا۔ اور اسی زمانے میں کتب خمسہ قانون کی بھی ایک کتاب (حصہ) تصنیف کی۔

شب کے وقت جب کہ وہ کاموں سے فراغت پاتا تو اُس وقت طالبعلموں کا ایک جلسہ قائم کرتا اور اُن کے روبرو لکچر دیا کرتا۔ جس سے وہ مستفید ہوتے ۔

ابو عبید اللہ کا بیان ہے کہ شیخ کے سب شاگردوں سے پہلے میں نے کتاب شفا اُس سے پڑھی ہے اور دوسروں نے میرے بعد اُسکو پڑھا ہے۔ پھر ایک مدت تک یہہ صحبت رہی۔

اتفاقاً اُس زمانہ میں شمس الدولہ کو حاکم جبال سے جبکہ وہ خود سری اور سرکشی کرنے لگا تھا فوج کشی کرنی پڑی اور اُس نے شیخ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا لیکن شیخ نے ساتھ جانے سے انکار کیا اور استعفا دیکر خود ہمدان میں مقیم رہا۔ جب شمس الدولہ روانہ ہوا تو اثنا راہ میں اُس کو مرض قولنج پھر ہوگیا چونکہ مسافرت میں اسباب علاج آسانی سے میسر نہیں آسکتے تھے مرض بڑھنے لگا اس کے مصاحبوں نے یہی مناسب جانا کہ اُس کو وطن پہونچایا جائے۔ پس وہ اُس کو ایک محفوظ اور آرام کی سواری میں بٹھلا کر ہمدان کو لے چلے۔ ابھی وہ ہمدان کو نہیں پہونچنے پائے تھے کہ شمس الدولہ نے انتقال کیا۔

اسکے مرنے کے بعد باتفاق اراکین سلطنت کے اُس کا بیٹا تاج الدولہ سریر آرائے سلطنت ہوا اور اُسکے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ پھر امیر موصوف نے شیخ کو بلوا کر اُس کو عہدہ وزارت کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن چونکہ شیخ کو شمس الدولہ ہی کے زمانے میں جو کہ اُس کا سرپرست اور حامی تھا سخت صدمے پہونچے تھے۔ اسلیئے اُسنے عہدہ وزارت کے قبول کرنے سے

انکار کیا بلکہ اندیشے سے وہ ابوطالب عطار کے گھر میں پناہ گزین ہوا جو کہ اسکا شاگرد تھا۔

یہاں سے اُسنے علاءالدولہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ مجھکو حضور کے پاس آنے کا بے حد شوق ہے۔ اگر حضور طلب فرمائیں تو میں نہایت خوشی سے دولت پر حاضر ہوتا ہوں"۔ اور اُسنے اس خط کو خفیہ طور پر علاؤالدولہ پاس بھیجا

چونکہ یہ زمانہ شیخ کی فرصت کا تھا اور ابوعبیداللہ جو اُسکے ساتھ مثل سایہ کے رات دن لیپار رہتا تھا وہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا تھا اور شیخ کو ایسے موقعوں میں تصنیف و تالیف کے سلسلے شروع کرنے میں ترغیب دیتا رہتا تھا۔ اسدفعہ بھی اُس نے اس خط کو خفیہ طور پر علاؤالدولہ کے پاس بھیجا اور شیخ کو اسبات پر آمادہ کیا کہ وہ شفا اور قانون کی تکمیل کرے۔ شیخ نے اُسکی درخواست کو منظور کیا اور ابوغالب سے لکھنے کا سامان طلب کیا۔ پھر جب لکھنے کا سامان فراہم کر دیا گیا تو اُسنے علم حکمت کو جو کتاب شفا میں نہیں لکھے گئے تھے لکھکر اُس میں داخل کر دیا۔ اور جو علم اور جو مسئلہ کہ جس مقام پر ہونا چاہیئے تھا اُسکو اُسی جگہ قلمبند کرتا گیا۔ اور جب وہ طبعیات اور الٰہیات کے مسودہ اور مبیضہ سے فارغ ہوا تو اُس نے اس میں علم منطق کا بھی ایک حصہ لکھکر شامل کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ وہ ہرروز کئی ورق لکھتا تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ تاج الملک جو شمس الدولہ کے زمانے میں ایک نامور امیر تھا جب اُسکا بیٹا تاج الدولہ حاکم مقرر ہوا تو تاج الملک اُسکا وزیر ہوا اور چونکہ تاج الملک شیخ کا جانی دشمن تھا اُسنے تاج الدولہ کو شیخ سے بدظن کرا دیا اور یہہ بھی کہا۔ کہ شیخ علاءالدولہ کاکویہ سے جو آپ کے پدر بزرگوار کا سخت مخالف رہا ہے اُس سے رسل و رسائل کا طریقہ جاری رکھتا ہے۔ آخر تاج الملک کی بات چل گئی اور اُسنے حکم دیا کہ شیخ کو گرفتار کرکے قید کردیں۔ تاج الملک نے یہہ

حکم حاصل کرکے شیخ کی تلاش میں جاسوس روانہ کئے اور انہوں نے پتہ لگالیا کہ شیخ ابو طالب عطار کے مکان میں پناہ گزین ہے پس فوراً انہوں نے ابو غالب عطار کے گھر کو محصور کرلیا اور شیخ کو گرفتار کرکے قلعہ بروآن جو بغداد سے سات فرسخ کے بعد مسافت پر واقع ہے لیجا کر قید کر دیا۔

شیخ نے زمانہ حبس کو فرصت اور غنیمت جان کر شفا کے بعض اجزا کی جو غیر مکمل تھیں تکمیل کی[لہ] اور کتاب ہدایہ اور رسالہ حی بن یقظان کو بھی اسی زمانہ حبس میں لکھا اور ایک قصیدہ بھی لکھا جسمیں ایک بیت یہ بھی ہے ؎

دخولی فی الیقین[ٰ] کما ترانہ وکل الشک فی امر الخروج

ترجمہ

یعنے اسمکان میں میرا داخل ہونا یقینی امر ہے جیسا کہ مشاہدہ کیا جارہا ہے اور یہاں سے نکلنے کے خیال میں محض شک ہی شک ہے۔

اس اثنا میں علاء الدولہ تاج الدولہ کی تنبیہ اور فتح ہمدان کے ارادے سے آیا چونکہ تاج الدولہ کو اس سے مقابلہ کرنے کی نہ طاقت تھی اور نہ جرات تھی اسلئے وہ بھاگ کر اس قلعہ میں پناہ گزین ہوا جہاں شیخ محبوس تھا اور علاؤالدولہ بغیر کسی جنگ وروک کے سیدھا ہمدان میں داخل ہوگیا لیکن اُسنے تاج الدولہ کا قصور معاف کرکے اُسکا ملک چھوڑ دیا اور خود اصفہان چلا گیا۔

علاؤالدولہ کے جانے کے بعد تاج الملک وزیر نے شیخ سے اپنے عفو جرائم کی معذرت چاہی اور اُس سے یہ درخواست کی کہ وہ اُسکی پاس رہے۔ شیخ نے منظور کیا اور تاج الدولہ اور تاج الملک کی مصاحبت سے ہمدان کو آیا اور یہاں ایک علوی سید کو گھر میں جو اُسکا دوست تھا اوترا اور جبکہ وہ اس سید علوی

لہ جو کہا جاتا ہے کہ شیخ نے پوری کتاب شفا زمانہ حبس میں لکھی محض غلط ہے۔ لیکن تاریخ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اسنے اس زمانہ حبس میں اُسکے بعض اجزا لکھے ہیں ایسی حالت میں اُسکا اتنا لکھنا بھی اُسکی قابلیت اور تعریف کے لیئے کچھ کم نہیں ہے۔ مترجم!!

سے ۲ اس شعر میں سہو کاتب سے بجائے "بالیقین" کے "فی الیقین" لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ کوئی التفات قابل التفات غلطی نہیں ہے۔ مترجم

کے گہر میں رہتا تہا شفاء کے باقی اجزا کو جو نامکمل تہے پورا کیا اور ایک رسالہ ادویۂ قلبیہ کا بہی اسی زمانہ میں لکہا۔

روایت کی جاتی ہے کہ شمس الدولہ کی وفات کے بعد دو سال تک شیخ خانہ نشین رہا۔ اور اس مدت میں وہ تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف رہا چونکہ شیخ مدت سے ایک ہی جگہہ رہنے سے اوکتا گیا تہا اُسنے سفر کرنا مناسب خیال کیا۔ پس اُسنے صوفیوں کا لباس پہنکر اپنے چھوٹے بھائی محمود اور ابو عبید اللہ اور ایک دو خدمتگاروں کو ساتہہ لیکر اصفہان کو چل کھڑا ہوا اور سفر کرتا ہوا مقام طبرک میں پہونچا جو علاقۂ اصفہان کا ایک شہر ہے اور ایک دو روز وہاں رہکر آرام لیا۔

اس اثنا میں علاؤ الدولہ کو جب اوسکے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو اوسنے اپنے امیروں وزیروں علما اور فضلاء کو اُسکے استقبال کے لیے بہیجا اور شیخ کی سواری کیلیے ایک گھوڑا جو شاہی زیور سے سنوارا گیا تہا مع ایک گرانبہا خلعت کے شیخ کی خدمت میں بہیجا اُنہوں نے اُسکا استقبال کیا اور بڑی ہی تعظیم و توقیر اور جلوس کے ساتھ اُسکو لے آئے اور شیخ کو عبد اللہ بن ابی کے یہاں اوتارا جو ایک معزز اور متموّل آدمی تہا۔ اور اُس کی ضروریات اور مایحتاج کی چیزیں ہر وقت مہیا رکہی رہتی تہیں۔

دوسرے دن علاؤ الدولہ نے شیخ کو مدعو کیا پہر اُسنے یہہ بہی حکم دیا کہ تمام عالم اور فقیہ ہر جمعہ کی رات کو ہمارے دربار میں حاضر ہوا کریں اور سوائے علمی مناظرہ اور مباحثہ کے اور کوئی بات نہ کریں۔

روایت کی جاتی ہے کہ ہر شب جمعہ کو علما رجب علاؤ الدولہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو شیخ کسی مسئلے کو پیش کرتا اور چونکہ اُسکے سامنے کوئی شخص اُس مسئلہ کی نسبت تقریر کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تہا اسلیئے وہ خود ہی اُس پر اس خوبی اور تحقیق سے بحث اور گفتگو کرتا کہ سب لوگ ہمہ تن گوش ہو جاتے اور جس کسیکو کچہہ شبہہ ہوتا وہ اُسکو شیخ سے پوچہہ لیتا اور شیخ اس تحقیق سے حل کر دیتا کہ پہر اُسکو اُس مسئلہ کی نسبت شک باقی نہ رہتا۔

اسی زمانے میں ابوحیان جو بڑا ادیب تھا ایک رات کو وہ بھی علاؤالدولہ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا اُسنے علم لغت کے متعلق کچھ بحث چھیڑی شیخ نے علم لغت کے متعلق بھی اپنے عزور علم سے کچھ تقریر کی۔ لیکن سچ یہ ہے کہ شیخ کی یہ تقریر کچھ باوقعت نہیں تھی کیونکہ اسکو اب تک اس علم کیطرف توجہ کرنیکا خیال نہیں ہوا تھا۔ اسپر ابوحیان نے کہا بیشک آپ کو علم حکمت اور فلسفہ میں ایسا کمال ہے جو دوسرا شخص اگر آپکے سامنے اسکا دعوے کرے تو وہ جھوٹا ثابت ہوگا اور آپ کا قول قابل صحت سمجھا جائیگا۔ لیکن یہ علم ایسا نہیں ہے کیونکہ اسکی نسبت اگر کوئی بات باوقعت اور قابل صحت سمجھی جاتی ہے تو وہ صرف اہل زبان کا محاورہ ہی اسلیئے اسکی نسبت آپکا قول کبھی حجت نہیں ہوسکتا

یہ بات شیخ کو بہت ناگوار معلوم ہوئی اب اُس نے اپنی پوری ہمت علم لغت کیطرف متوجہ کردی اور کتاب تہذیب اللغت کا مطالعہ شروع کردیا۔ جو ابومنصور ازہری کی تصنیف سے تھی[1] علاوہ اسکے اور بھی دوسری لغت کی کتابوں کو دیکھنے لگا اور ایک عرصۂ قلیل میں علم لغت میں وہ ملکہ پیدا کیا کہ اُسکے زمانہ کے سب ادیب اور اہل لغت اُسکو استاد عصر تسلیم کرنے لگے۔ پھر اُسنے ایک قصیدہ لکھا۔ جسمیں اُسنے اپنی لغت دانی ظاہر کی اور ایک رسالہ بھی لکھا جو کئی فصلوں پر مشتمل تھا۔

پہلا طریقہ ابن عمید پر۔

دوسرا ابن عباد کے طریقے پر۔

تیسرا ابراہیم ابواسحق صابی کے طریقے پر۔

شیخ نے اپنے اس رسالے کو پرانی قدیم کتابوں میں شامل کردیا اور بادشاہ سے یہ بات کہی کہ آپ اس رسالے کو ابوحیان کے حوالے کیجیئے اور اُس سے کہیئے کہ یہ ایک پُرانا قدیم رسالہ کتاب خانے میں سے نکلا ہے۔ اور میں اسکے مضامین سے

---

[1] چونکہ یہ کتاب اس وقت یہاں دستیاب نہیں ہوسکتی تھی اسلیئے خراسان سے منگائی گئی۔

واقف ہونا چاہتا ہوں۔ اور جب اسکا عجز ظاہر ہوجائے تو اُسوقت اسکو میری طرف منسوب کیجیئے ورنہ اسوقت تک اِس راز کا پوشیدہ ہی رہنا مناسب ہے۔

غرضکہ عادت کے موافق ابومنصور جبان بادشاہ کے پاس آیا باتوں باتوں میں بادشاہ نے اُس سے کہا کہ یہ چند رسالے نظم و نثر کے کتب خانہ سے نکل آئے ہیں میں ان کے مضامین کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ابومنصور نے لیکر اسکو بغور دیکھا۔ لیکن بہت سے مضامین پوری طور پر اُسکی سمجھ میں نہیں آسکے۔ اس اثنا میں شیخ بھی آپہونچا جن لغات کے معنے ابومنصور سے حل نہیں ہوسکے تھے شیخ نے اُن کو سہل طور سے بیان کی صداقت میں اہل زبان کے محاورات کی اتنی نظیریں پیش کیں کہ سب کو حیرت ہوگئی۔ ابومنصور سمجھ گیا کہ یہ نظم و نثر شیخ ہی کی تصنیف ہے۔ پھر اُسنے معذرت چاہی اور شیخ کی لغت دانی کا بھی قایل ہوگیا۔

پھر اُسی زمانہ میں شیخ نے علم لغت میں ایک کتاب لکھی جسکا نام لسان العرب رکھا۔ لیکن چونکہ اس کتاب کا مبیضہ نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ اُسکی اور بیش بہا کتابوں کے ساتھ تباہ و برباد ہوگئی۔ چنانچہ آگے اسکا حال مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اور اسی زمانے میں علاؤالدولہ نے شیخ کو عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا۔ روایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے وزارت کے زمانہ میں ہمیشہ آفتاب کے طلوع ہونے سے پیشتر اُٹھا کرتا تھا اور کچھ دیر تک کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ اسکے بعد مجلس درس میں جا بیٹھتا تھا اسوقت اُسکے سب شاگرد بھی جمع رہتے تھے۔ پھر وہ اُن کے سامنے علوم حکمت کے مضامین بر لکھ دیتا وہ لوگ نہایت ہی شوق و ذوق سے اسکو سنتے اور فائدہ اُٹھاتے جو لوگ اُسکی مجلس درس میں حاضر ہوا کرتے تھے اُن میں سے بعض کے یہ نام ہیں۔

کیا رئیس۔ بہمن یار۔ ابومنصور زیلہ۔ عبدالواحد جرجانی۔ ابوعبداللہ معصومی سلیمان دمشقی وغیرہم۔

بہمنیار لکھتا ہے کہ اُس زمانے میں ایک شب کا ذکر ہے کہ ہمنے عیش و عشرت میں رات سے صبح کردی پھر جب صبح کو مجلس درس میں ہم سب لوگ جمع ہوئے تو شیخ الرئیس وہاں

دینے لگا۔ چونکہ ہم سب کے ہوش حواس بجا نہ تھے۔ اسلیئے کوئی شخص توجہ سے نہیں سنتا تھا۔ اور اسلیئے فہمیدگی کے آثار کسی کے چہرہ سے ظاہر نہیں ہوتے تھے گو شیخ بہت کوشش کرتا تھا اور مسایل کو نہایت فصاحت اور مشرح طور پر بیان کرتا تھا مگر کسی کے ہوش بجا نہ تھے جو پورے طور پر سمجھتا۔ آخر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا شاید تم نے رات کو اپنا گرانمایہ وقت لہو و لعب میں کاٹا ہے۔ ہم نے کہا آپ بہت درست فرماتے ہیں۔ شیخ نہایت برانگیختہ ہوا اور رنج سے آنکھوں میں آنسو لاکر ایک سرد آہ کھینچی اور کہا افسوس! کہ تم اپنی گرانبہا عمر کو اس بیقدری سے گذارتے ہو اور تحصیل علم سے بے بہرہ رہتے ہو۔ تعجب ہے کہ ایک ذلیل پیشہ کا آدمی بھی اپنے پیشہ میں شبانہ روز محنت کرکے نامور اور صاحب کمال ہو جاتا ہے۔ اور تم حالانکہ اپنے آپ کو شریف سمجھتے ہو اور اہل علم میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہو۔ مگر میری رائے میں ایک جاہل سے جاہل آدمی بھی تم سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ادائے فرائض سے بے پروا نہیں رہتا ہے۔

حاصل کلام اُن سب کے دلوں پر شیخ کی یہ نصیحت اپنا کام کر گئی اور اُس روز سے وہ سب اُسکی مجلس میں حاضر رہتے اور نماز پنجگانہ بھی اُسی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

ان مشاغل کے بعد شیخ الرئیس امورات انتظام سلطنت کیطرف متوجہ ہوتا اور ہر ایک قسم کی اصلاح و انتظام کے متعلق احکام جاری کرتا۔

روایت کی جاتی ہے کہ اسی زمانہ میں جبکہ شیخ الرئیس عہدۂ وزارت پر متمکن تھا ایک بڑا امیر مرض مالیخولیا میں مبتلا ہوگیا اور اُسکو یہ خیال بندھا کہ وہ ایک گائے ہوگیا ہے۔ پس وہ گائے کیطرح پکارتا تھا۔ اور جو کوئی اُسکے نزدیک جاتا تو اُس پر حملہ کرتا اور اگر اُسکو موقع ملجاتا تو وہ لوگوں کو زخمی بھی کرتا۔ اور یہ کہتا کہ میں گائے ہوگیا ہوں اور کاٹ کر میرے گوشت کا ہریسہ بناؤ اور کھاؤ۔ غرضکہ ایک زمانہ تک اسکا یہی حال رہا اور پھر دن بدن مرض بڑھتا چلا اور آخر کار یہ نوبت پہونچی کہ کوئی دوا ہو کوئی غذا ہو اُس سے اُسکا مرض بڑھتا چلا جاتا تھا۔ سب طبیبوں نے اُسکے معالجہ سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اُسکے عزیزوں نے علاء الدولہ سے یہ سب

کیفیت بیان کی اور یہ درخواست کی کہ آپ مہربانی فرما کر شیخ الرئیس کو اسکے علاج کرنے کا حکم دیجئے۔ علاؤالدولہ نے شیخ کو بلوایا اور اُسکا معالجہ کرنے کا حکم دیا۔ شیخ مریض کے مکان پر پہونچا اور اوسکے خدمتگاروں اور لونڈیوں سے اس مرض کی کیفیت جیسی کہ دریافت کرنی تھی دریافت کی۔ پھر اُسنے اُسکے متعلقین سے کہا کہ تم اسکو یہ اطلاع دو کہ اب ذبح کرنے اور تیرا گوشت کاٹنے کے لیئے قصاب آتا ہے یہ کہکر وہ خود بڑے جلوس کے ساتھ آیا اور اُسکے ہاتھ میں ایک چھری بھی تھی۔ اُسنے کہا وہ گائے کہاں ہے جسکے ذبح کرنے کے لیئے مجھکو بلایا گیا ہے۔ اُسکو پکڑ لاؤ میں اُسکو ذبح کرتا ہوں۔ بیمار یہ آواز سنکر گائے کیطرح چلایا۔ اس سے اُسکا یہ مطلب تھا کہ میں ہی گائے ہوں۔ شیخ نے کہا اُسکو یہاں صحن میں پکڑ لاؤ اور اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دو۔ بیمار یہ سنکر خود ہی صحن میں آیا اور لیٹ گیا پس اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے۔ شیخ نے چھری پر چھری کو گھسا اور اُسکے پیٹھے کو ٹھیکنے لگا۔ جیسے کہ قصابوں کی عادت ہے اسکے بعد اُسنے کہا یہ گائے ابھی بہت دُبلی ہے اور کاٹنے کے قابل نہیں ہے۔ چندروز اسکو گھانس اور دانہ کھلاؤ جب یہ خوب موٹی ہو جائیگی تو میں آکر ذبح کرونگا یہ کہکر وہ اوٹھا اور اُس کے متعلقین سے کہا کہ تم اس سے یہ کہو کہ تو جلدی کھا کر موٹا ہو جا پھر تجھے قصاب آکر ذبح کریگا۔ یہ سنکر مریض بہت خوش ہوا کہ اب میں جلد ذبح کیا جاؤنگا۔ پس وہ کھانے لگا اور اس صورت سے اُسکو دوا اور غذا دیجانے لگی۔ اور اس تدبیر سے ہر ایک مناسب دوا اُسکو دیجانے لگی اور بفضل خدا وہ بہت جلد تندرست ہو گیا۔ شیخ کے اس علاج سے علاؤالدولہ بہت خوش ہوا اور شیخ کی بہت تعریف و توصیف کی۔

تاریخ الحکماء میں روایت کیگئی ہے کہ اسی زمانے میں شیخ نے کتاب شفا میں اور اجزا اضافہ کرکے اُسکو مکمل کیا اور کتاب منطق اور مجسطی کی تصنیف سے بھی فارغ ہوا اور اس سے پہلے کتاب اقلیدس اور ارثماطیقی اور موسیقی کا اختصار کر چکا تھا اور ہر کتاب میں ریاضی کو جسکی اُسمیں ضرورت ہوتی تھی لکھتا جاتا تھا اور مجسطی میں اور دس شکلیں جنمیں اختلاف منظر تھا زیادہ کیں اور اسیطرح مجسطی کے آخر میں علم ہیئت کی بھی چند مسائل جو پہلے سے اُسمیں نہیں تھے اضافہ کیئے اور اقلیدس میں چند شبہا اور زیادہ کیئے ارثماطیقی میں چند

خواص حسنہ کا اضافہ کیا اور موسیقی میں چند مسائل ایسے بڑہائے جس سے متقدمین آگاہ نہیں تھے غرضکہ اسیطرح سے کتاب شفاء کے تمام اجزاء کو بالکل مکمل کردیا جسمیں علم حکمت کے مسائل پورے بیان کیئے گئے ہیں۔ مگر اُسوقت تک کتاب نباتات وحیوانات اسمیں شریک نہیں کی گئی تھی۔ اس کتاب کو اُسنے اُسوقت لکھا جبکہ وہ علاؤالدولہ کے ساتھ شاپور کا سفر کر رہا تھا اور جس زمانہ میں کہ وہ عہدہ وزارت سے سرفراز اور اصفہان میں مقیم تھا کتاب نجات کو جو اُسکی بیش بہا تصنیف ہے تصنیف کی۔

روایت کی جاتی ہے کہ جس زمانے میں علاؤالدولہ مفسدوں کی تنبیہہ کیغرض سے ہمدان کو روانہ ہوتا تھا شیخ بھی اُسکے ساتھ تھا۔ ابوعبیداللہ جو ہمیشہ شیخ کی صحبت میں رہتا تھا اور اُس سے علم حاصل کرتا رہتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ اُس زمانہ میں ایک رات کا ذکر ہے کہ علاؤالدولہ کی مجلس میں علم نجوم کا کچھ ذکر آیا اور تقویموں میں جو خلل قدیم رصدوں کے بموجب واقع ہوتا تھا اُسکا بھی ذکر آیا علاؤالدولہ نے شیخ الرئیس سے کہا کہ اگر تو کوئی رصد خانہ بنا دیگا تو بہت کارآمد اور مفید ہوگا اور اُسنے اپنے خزانچی کو یہ حکم دیدیا کہ وزیر اعظم (شیخ الرئیس) جسقدر روپیہ طلب کرے بلاتامل دیدیا کرا ابوعبیداللہ لکھتا ہے کہ شیخ نے مجھکو بلوایا اور اُسکا انتظام میرے سپرد کیا۔ محض عمل کی سہولت اور باریکیوں کی وضاحت اور تشریح کی غرض سے اُسنے ایک رسالہ بھی لکھدیا میں نے بہت جلدی سے اُسکا انتظام کیا اور مختلف قسم کے آلات اور اوزار جمع کیئے تاہم اُس کے مہیا کرنے میں کئی سال گذر گئے۔ علاوہ اُسکے علاؤالدولہ کے متواتر سفر اور شیخ الرئیس کے مشاغل کی کثرت سے یہ کام انجام کو نہ پہونچ سکا شیخ نے اسی زمانے میں کتاب حکمت جو علائیہ کے نام سے موسوم ہے تصنیف کی۔

ابوعبیداللہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ مجھکو دو برس تک شیخ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور میں شیخ کے طریق مطالعہ سے بھی خوب واقف ہوں میں نے دیکھا ہے کہ شیخ کبھی کسی کتاب کو ترتیب سے بالاستیعاب مطالعہ نہیں کرتا تھا بلکہ اُسکی عادت یہ تھی کہ وہ ہر کتاب کے مشکل مقامات کو دیکھتا تھا جس سے وہ مصنف کتاب کی شان کو جان لیتا۔

سلہ فارس کا ایک شہر ہے اور یہاں سے شیراز پندرہ فرسخ کی مسافت پر ہے۔

یہ بھی روایت کیجاتی ہے کہ جب شیخ نے کتاب مختصر اصغر جو منطق میں ہے تصنیف کی اور وہ شیراز کے عالموں کے مطالعے میں آئی تو اُنہوں نے اسپر چند اعتراضات لکھے اور اُن اعتراضات کو ایک رسالہ کیصورت میں جمع کرکے معہ ایک خط کے ابو القاسم کرمانی کے پاس جو ابراہیم ابن بابا دیلمی کا دوست تہا بہیجا۔

ابو القاسم نے اُن اجزا کو شیخ کے حوالہ کیا۔ شیخ ابو القاسم سے باتیں کرتا ہوا اُسکو دیکھتا جاتا تہا اور نماز عشا تک یہی صحبت رہی بعد نماز عشا کے اُسنے ان اعتراضات کے جوابات لکھنے شروع کیئے یہ موسم گرمیوں کا تہا اور رات بہی چھوٹی ہوتی تھی۔ نصف شب گذری تہی کہ اُسنے اُن سب اعتراضات کے جواب لکھ ڈالے۔ ابو القاسم کہتا ہے کہ میں صبحکو جب شیخ کے پاس آیا تو وہ جانماز پر بیٹھا ہوا تہا اُسنے مصلے کے نیچے سے وہ جوابات نکالکر میرے حوالہ کئے اور یہ کہا کہ میںنے جس جلدی سے یہ جوابات دیئے ہیں اُسکی کیفیت بہی ایک خط میں لکھکر علماء شیراز کے پاس بہیجدے۔ جب ابو القاسم کا خط اور شیخ کے جوابات اُن کے پاس پہنچے تو وہ سب حیرت میں رہ گئے اور اُنہوں نے اپنی خطا کا اعتراف کیا۔

روایت کیجاتی ہے کہ جس زمانہ میں شیخ اصفہان میں وزیر تہا علاؤ الدولہ نے ایک کمربند جو زر و جواہر سے مکلل و مرصع تھا معہ ایک خنجر کے جو زر و جواہر و لعل آبدار سے مرصع تہا عطا فرمایا چونکہ شیخ نے اس چیز کو اپنی حالت کے نامناسب پایا اُسنے اپنے ایک غلام کو وہ کمربند اور خنجر دیدیا۔ چند روز کے بعد علاؤ الدولہ نے اس کمربند اور خنجر کو شیخ کے غلام کے کمر میں بندہا ہوا دیکہا اور غلام سے اسکا سبب پوچہا تو اُسنے بیان کیا کہ شیخ نے مجھکو مرحمت کیا ہے۔ علاء الدولہ نہایت برانگیختہ ہوا اور غلام کو سرزنش کی اسلیئے کہ علاء الدولہ اُس کمربند کو اپنے لائق سمجھتا تہا اسوجہہ سے وہ شیخ کے قتل کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ کیونکہ اُسنے شاہی عطیہ کی کچہہ قدر نہیں کی۔ اہل دربار میں سے ایک شخص نے جو شیخ کا بڑا دوست تھا شیخ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ پس شیخ سیاست سلطانی کے خوف سے بھیس بدل کر اصفہان سے ملک رے کو چل نکلا جب شیخ رے میں پہونچا اور چونکہ بھوکا تھا بازار میں روٹی خریدنے کے لیئے نکلا۔ تو ایک دوکان پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ دیکھنے اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک نوجوان بیماروں کو دوا دیتا ہے۔ اور یہ ہجوم مریضوں کا ہے۔ شیخ اس دوکان کے قریب پہونچا اور اُس طبیب جوان کے احوال و اعمال کو دیکھنے لگا۔ اس اثنا

میں ایک بڑھیا قارورے کی شیشی ہاتھ میں لیئے ہوئے پہونچی اُسنے قارورے
کی شیشی دیکھتے ہی بلا تامل کہدیا کہ جس مریض کا یہ قارورہ ہے وہ یہودی ہے
اسکے بعد یہہ کہا کہ آج مریض نے چھاچھہ پی ہے۔ عورت نے کہا "ہاں" پھر اُسنے
کہا کہ اس مریض کی خوابگاہ پست جگہہ میں ہے۔ عورت نے کہا "ہاں" جب اس
طبیب جوان کی نظر شیخ پر پڑی تو اُسنے شیخ کو اپنے نزدیک بلوایا اور اپنے بازو میں
بٹھایا۔ علاج معالجہ سے فارغ ہونے کے بعد اُس نوجوان نے کہا کہ "میں جانتا ہوں
کہ تو شیخ الرئیس ہے اور علاؤ الدولہ کے خوف سے بھاگ کر یہاں آیا ہے" کہ اس
کے سننے سے شیخ کو اور زیادہ تعجب ہوا۔ پھر اُسنے شیخ سے اسبات کی درخواست کی
کہ وہ اُسکی مہمانی قبول کرے۔ شیخ نے اسکی دعوت قبول کی اور اُسکے گھر کو گیا۔

دعوت کے تکلفات اور میزبانی کی شرطوں کے ختم ہونے کے بعد ایک روز شیخ نے
اُس سے اُس روز کے واقعہ کی خبر دریافت کی۔ اور کہا کہ تو نے کسطرح جانا کہ وہ قارورہ
یہودی کا تہا اور اُسنے چھاچھہ پی ہے اور اُسکی خوابگاہ مقام پست میں واقع ہے
نوجوان نے کہا میںنے اِسوجہہ سے ان امور کو جان لیا کہ جب اس عورت نے اپنے پیراہن
سے ہاتھ باہر نکالا تو میںنے دیکھا کہ اُسکا پیراہن نہایت قیمتی ہے۔ مگر اُسکے ساتھہ ہی
اُسپر نجاست کے آثار بھی میںنے دیکھے اور چھاچھہ کے بھی دھبے اُسپر پڑے ہوئے تہے اس
سے میںنے جانا کہ وہ عورت یہودیہ ہے اور چونکہ اس شہر میں یہودیوں کا محلہ ایک پست
مقام میں ہے اسوجہہ سے میںنے کہدیا کہ اُسکی خوابگاہ مقام پست میں واقع ہے۔ پھر
شیخ نے یہہ پوچھا کہ تو نے مجھکو کسطرح پہچانا کہ میں شیخ الرئیس ہوں اور علاؤ الدولہ کے
خوف سے یہاں بھاگ کر آیا ہوں اسپر نوجوان نے کہا کہ میں پہلے ہی تیرے فضل
وکمال کی کیفیت سن چکا تہا اور جب میںنے تجھکو دیکھا تو تیرے چہرے سے وہ آثار ظاہر
ہو رہے تھے۔ اس سے میںنے خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہ بوعلی ہے۔ اور میں یہ بھی جانتا تہا کہ علاؤالدولہ
کبھی تجھکو اپنے سے جدا نہ کریگا مگر ایک اتفاقی امر سے وہ تجھسے خفا ہوگیا اور یہ خبر زبان زد
عام تھی غالباً تو اسیوجہہ سے وہاں سے بھاگا ہے میںنے ان حالات کے جاننے سے تجھکو پہچان لیا۔

پھر شیخ الرئیس نے اُس نوجوان طبیب سے کہا کہ اب تو مجھہ سے کیا چاہتا ہے
تاکہ میں اُسکو قبول کروں اور تا بمقدور تیری آرزو کے پورا کرنے میں کوشش کروں

اُسنے کہا علاؤ الدولہ تجھسے کنارہ کش نہیں رہے گا اور قریب ہی تجھکو بلوائیگا اور تجھکو تیرے عہدہ سابقہ پر مقرر کرے گا۔ میری تجھسے صرف یہہ درخواست ہے کہ جب تو اپنے عہدہ وزارت پر مامور ہوجاوے تو میری کمالات کا ذکر جنکو تونے بچشم خود دیکھا ہے۔ علاؤ الدولہ کے حضور میں بیان کرے اور سفارش کرکے مجھکو اُسکے مصاحبین میں داخل کرلے۔

تہوڑے دنوں کے عرصہ میں علاؤ الدولہ نے اپنے چند خاص ملازموں کو معہ خلعت وعطائے عہدہ وزارت شیخ الرئیس کے پاس بہیجا اور اُس سے معذرت چاہی جب شیخ اصفہان کو روانہ ہوا تو اُس نوجوان طبیب کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا جب علاؤ الدولہ سے شیخ کی ملاقات ہوئی تو اُسنے نوجوان طبیب کا واقعہ بیان کیا اور اُسکے کمال کی تعریف کی اور سفارش کرکے اسکو خاص مصاحبوں میں داخل کردیا جسوقت کہ شیخ عہدہ وزارت کے کاموں میں مصروف تہا۔ نوجوان بادشاہ کو ایسے عمدہ لطیفوں سے خوشوقت رکھتا تھا کہ بڑے بڑے ادیب اور ندیم اُسکے لطیفوں پر تعجب ظاہر کرتے تہے۔

تاریخ نگارستان میں روایت کی گئی ہے کہ گو شیخ الرئیس بڑے بڑے اہل علم اور ذی فنون لوگوں کے نزدیک مسلّم استاد تھا۔ اور کوئی اُسکے روبرو تقریر نہیں کرسکتا۔ اور ہر شخص کو وہ تقریر میں چپ کرادیتا۔ لیکن ایک وقت کا ذکر ہے کہ ایک بہت ہی ذلیل خاکروب سے وہ تقریر میں اسقدر عاجز آگیا کہ اُسکو کوئی بھی جواب نہ دے سکا اور چونکہ ہمراہ بہت سے لوگ تھے وہ بہت شرمندہ اور خفیف ہوا اس کی اصل واردات یہہ ہے کہ ایک روز شیخ جبکہ وہ وزیر تھا معہ جلوس ایک رستے سے گذر رہا تہا کہ اُسنے ایک خاکروب کو دیکہا جو کہ اپنے شغل میں مصروف تہا اور یہ شعر پڑہتا جاتا تھا ؎

گرامی داشتم ای نفس از آنت
کہ آساں بگذرد بر دل جہانت

یعنے اے نفس میں تجھکو اسلئے عزیز رکھتا ہوں کہ دنیا کے حالات سے تجھکو کسی قسم کا بار نہ ہونے پائے۔

شیخ اس شعر کو سنکر ہنسا اور مسکراتا ہوا بنظر طعن کے اُس سے کہا ہاں۔ نفس کی ایسی ہی عزت کرنا چاہیے جیسی کہ تو اُس سے مرعی رکھتا ہے۔ اُسکی تو نے خوب تعظیم کی۔ کہ اُسکو ایسے ذلیل کام میں ڈالا ہے اور تو اپنی عمر عزیز کو ایسے خسیس کام میں صرف کرتا ہے اور اس ذلیل کام کو باعث فخر جانتا ہے۔ اس نے تھوڑے دیر کیلیے اپنا کام ترک کیا اور یہ جواب دیا کہ جرات اور ہمت کی رو سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ذلیل پیشہ سے روٹی پیدا کرکے کھانا اس سے بہتر ہے کہ کسی کی خدمت بجالانا اور اُسکا بار احسان اُٹھانا یہ سنکر شیخ الرئیس سخت شرمندہ ہوا اور وہاں سے جلد جلد چلنے لگا۔

حاصل کلام شیخ الرئیس نے علاؤ الدولہ کی ملازمت میں اپنی عمدہ حکیمانہ لیاقتوں کا اظہار کیا کہ وہ کبھی بھولی نہیں جا سکتیں

کتب تواریخ میں یہ صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جب سلطان محمود سبکتگین عراق عجم کو فتح کر چکا تو اُس نے مجد الدولہ دیلمی کو گرفتار کرکے غزنیں کو بھیجدیا اور ابو جعفر علاؤ الدولہ کاکویہ جو مجد الدولہ کی جانب سے اصفہان کو صوبہ دار یا فرمانروا تھا۔ سلطان محمود کی قوت اور سیاست سے خائف ہوکر فارس کو چلا گیا۔ سلطان محمود اُسپر قبضہ کرلینے اور ملک رے کو فتح کرنے کے بعد عراق کی صوبہ داری اپنے فرزند مسعود کے سپرد کرکے خود غزنیں کو چلا گیا۔ علاؤ الدولہ نے بنظر مصلحت وقت اپنے بیٹے کو بہت سا تحفہ اور ہدیہ دیکر سلطان مسعود کے پاس بھیجا جس سے اُسکے قصور معاف کردیگئے اور اصفہان کی حکومت پھر اُسکے سپرد کردی گئی۔ جب اسیطرح کچھہ مدت گذری تو شیخ الرئیس کی حسن تدبیر سے پولٹیکل امور میں بہت اصلاح ہوگئی جسکی بنا پر اُسنے پھر اپنے مستقل حاکم ہونے کا دعوے کیا جب سلطان مسعود کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک بھاری جنگی فوج لیکر اصفہان پر چڑھ آیا۔ چونکہ علاؤ الدولہ کو اُسکے مقابلے کی تاب نہیں تھی اسلیئے وہ اصفہان سے نکلکر شاپور اور اہواز کو چلا گیا۔ جب سلطان مسعود اصفہان میں پہونچا تو علاؤ الدولہ کی بہن گرفتار ہوگئی۔ شیخ الرئیس نے علاؤ الدولہ کے خاندان کی عزت و ناموس کی لحاظ کرنے کی نسبت جو رسپے دی اسکو سلطان مسعود نے پسند کیا۔ پھر شیخ نے اُسکو یہ رائے دی کہ اگر آپ علاؤ الدولہ کی بہن سے جو آپ کی ہم کفو ہے نکاح کریں تو سب جھگڑا جاتا رہیگا اور علاؤ الدولہ بلا تامل

اصفہان آپ کے حوالے کردیگا۔ پس اُس نے شیخ کی رائے کے بموجب اُس سے نکاح کیا اور اپنی بیبیوں سے زیادہ اُسکی عزت اور خاطر کرتا تھا۔ پھر اُسنے خود ہی اصفہان کو علاؤالدولہ کے حوالے کردیا۔ جب اسطرح پر کچھہ زمانہ گذرا تو بعض شریر مفسدوں نے سلطان مسعود سے یہ کہدیا کہ علاؤالدولہ پھر آپ سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہی چنانچہ وہ خفیہ طور پر برابر جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس خبر کے سننے سے سلطان مسعود بہت ہی برانگیختہ ہوا اور علاؤالدولہ کو لکھہ بھیجا کہ تو اپنے خیال خام سے درگذر اور اپنی عزت کے کھوئے جانے کا خیال کر۔ اور ہمیں تکلیف بھی نہ دے۔ ورنہ میں تیری بہن کو آزاد کردونگا اور اُسکو فوج کے ایک ادنے سپاہی کے حوالے کردونگا۔ اس خط کے پڑہنے سے علاؤالدولہ بہت خشمناک ہوا اور اُسکے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے اور شیخ سے کہا کہ تو میری جانب سے اس خط کا جواب لکھہ بھیج شیخ نے مقررہ آداب والقاب سلاطین کی لکھنے کے بعد یہ لکھا کہ بعض چغلخوروں اور مفسدوں نے جو علاؤالدولہ کے دشمن ہیں آپ کو بہکایا ہی اور جس امر سے آپ کو باور کرایا گیا ہے وہ محض غلط اور بہتان ہی۔ آپنے جو اپنے حرم کے متعلق لکھا ہے۔ اگرچہ وہ عصمت مآب بیوی علاؤالدولہ کی بہن ہی لیکن چونکہ اب وہ امیر (آپ کی) کی منکوحہ ہے اگر آپ اُسکو طلاق بھی دینگے تو وہ آپ ہی کی مطلقہ کہلائے گی۔ اس بات کو تمام دنیا نے تسلیم کرلیا ہے کہ غیرت اور حمیت اپنی عورت کی شوہر کو ہوتی ہے نہ کہ بھائی کو۔ جب سلطان مسعود نے شیخ کے خط کو ملاحظہ کیا تو اُسکو علاؤالدولہ کیجانب سے اطمینان ہوا اور معلوم کرلیا کہ مفسدوں نے جس امر کی اطلاع دی تھی وہ بالکل غلط ہی۔ پھر چغلخوروں کی عزت اور وقعت اُسکی نظر سے گر گئی اور اُسنے علاؤالدولہ کی بہن اور اپنی بیوی کی اور زیادہ عزت اور حرمت کی۔

مورخین کا بیان ہی کہ اسی زمانے میں سلطان محمود کا انتقال ہوا۔ جب سلطان مسعود کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً غزنین کو روانہ ہوگیا کہ جلد پہونچکر ملک موروثی پر کسی نزاع کے پیش ہونے کے قبل قابض ہوجائے۔ جب وہ اپنے باپ کی جگہہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اسنے ابو سہیل ہمدانی کو عراق کا صوبہ دار کیا۔ ابو سہیل نے علاؤالدولہ کے ساتھہ ناشایستہ برتاؤ اختیار کیا چونکہ علاؤالدولہ اُس کے ناشائستہ برتاؤ کا متحمل نہ ہوسکا اسلیئے ان دونوں میں جنگ ہوگئی اور ابو سہیل

ہمدانی کو فتح حاصل ہوئی اُسکے بعد ابوسہیل جب اصفہان میں آیا تو اُس نے
بہت سی نایاب چیزوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور شیخ الرئیس کی مصنفات کو بھی جنکا
صرف مسودہ ہوا تھا تباہ کر دیا۔ اس اثنا میں علاؤالدولہ پھر موقع پاکر اور جمعیت فراہم کرکے
ابوسہیل سے جنگ کا خواستگار ہوا اور اس جنگ میں ابوسہیل کو شکست فاش حاصل
ہوئی۔ پھر علاؤالدولہ مستقل طور پر سر یرآرائے سلطنت ہوا اور شیخ الرئیس نے بھی
موقع فرصت پاکر اپنی مصنفہ کتابوں کی جمع و تالیف میں جنکا مبیضہ نہیں ہوا تھا مصروف ہوا
حاصل کلام شیخ کے فضل و کمال کا ایک عالم مقر ہے اور اس سے جو حکایات
اور لطایف وغیرہ سرزد ہوئی ہیں اس مقام پر اُنکا بیان خالی از لطف نہیں ہے اسلیئے
ہم بھی منجملہ اُن کے چند حکایات ناظرین کی بصیرت کی غرض سے اس مقام پر درج
کرتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اُستاد ابوریحان بیرونی نے علم طبعیات کے اٹھارہ مسئلے جو
ذیل میں بیان کیئے گئے ہیں اور جنمیں ارسطو پر چند اعتراضات ہیں اور جن میں اُسنے
چند امور میں استفسار کیا ہے اُسکو ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کرکے شیخ
کے پاس بھیجا۔

مسئلہ اول اجسام فلکیہ کی خفت و ثقل (سبکی و گرانی) کی نسبت ارسطو پر اعتراض
مسئلہ دوم ارسطو پر قدم عالم کی نسبت اعتراض۔
مسئلہ سوم۔ ارسطو اور تمام حکمائے متقدمین پر یہ اعتراض کہ جہات ستہ کو قایم کرنے
کی کیا وجہ ہے۔
مسئلہ چہارم۔ ارسطو پر اسبات کا اعتراض کہ وہ جزو لایتجزی کے قائلین کو کیوں برا کہتا
ہے حالانکہ اُس سے حکما پر بھی وہی ایرادات وارد ہوتے ہیں جو متکلمین پر وارد ہوتی ہیں
مسئلہ پنجم۔ ارسطو پر اس امر کا اعتراض کہ وہ کس دلیل سے اس عالم کے وجود سے انکار کرتا
ہے۔ جو اس عالم سے علیحدہ ہے اور اُسکے معتقدین کو کیوں برا کہتا ہے۔ حالانکہ اس عالم
کے امکان کی بہت سی دلیلیں ہیں اور اُسکے ممنوع ہونے کی دلیلیں قابل رد و قدح ہیں
بلکہ اُس کے وجود کی دلیلیں اُس کی عدم کی دلیلوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔
مسئلہ ششم۔ ارسطو پر اسبات کا اعتراض کہ شکل فلکی کو وہ کس دلیل سے کروی مانتا ہے

اور اگر اسکی شکل بیضوی وغیرہ مان لی جائے تو لزوم خلا کیونکر لازم آتا ہے اور یہ ہر شخص کی سمجھ مین آسکتا ہی کہ ممکن ہو کہ شکل فلک بیضوی وغیرہ ہو اور خلا ہی لازم نہ آئے۔

مسئلۂ ہفتم۔ ارسطو پر اسبات کا اعتراض کہ وہ کس دلیل سے تعین مین (داہنی سمت) قایم کرتا ہے حالانکہ یہ امر مستلزم دور ہے۔

مسئلۂ ہشتم۔ ارسطو پر اسبات کا اعتراض کہ وہ آگ کی شکل کو کروی کیوں مانتا ہے۔ حالانکہ وہ اسکو بھی تسلیم کرتا ہے کہ لازمی طور پر آگ غیر کروی الشکل ہونی چاہیئے۔ اور بعض مطالب کا استفسار جنکو اُسنے ارسطو کی کتابوں میں دیکھا تھا۔

مسئلۂ نہم۔ شعاع کی حقیقت کی نسبت یہ سوال کہ آیا وہ جسم ہی یا عرض۔

مسئلۂ دہم۔ عناصر کے انقلاب اور استحالہ کا استفسار اور یہ کہ وہ کس وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ منقلب ہوتے ہیں۔

مسئلۂ یازدہم۔ جو شیشہ کہ آب صافی سے بھرا ہوا ہو وہ اپنے مقابلے کے اجسام کو کیوں جلا دیتا ہے۔

مسئلۂ دوازدہم۔ عناصر کے مکان طبعی کی نسبت سوال

مسئلۂ سیزدہم۔ کیفیت ادراک باصرہ کی نسبت استفسار۔

مسئلۂ چہاردہم۔ زمین کے ربع مسکون شمالی کے آباد ہونے کا سبب کیا ہی۔ باوجودیکہ وہ دوسرا ربع شمالی جنوبی دو ربعوں کے ساتھ اس حکم میں مشترک ہے اور کوئی سبب امتیاز کا نہیں ہے۔

مسئلۂ پانزدہم۔ سطحوں کی تلاقی کی نسبت انکار اور استفسار دلائل ہندسی سے۔

مسئلۂ شانزدہم۔ خلا کے امتناع کی نسبت استفسار حالانکہ ایک بند شیشی میں اسکا وجود ممکن بلکہ محسوس ہے۔

مسئلۂ ہفدہم۔ شدت برودت سے ظروف کے ٹوٹنے کا سبب کیا ہے۔

مسئلۂ ہیجدہم۔ پانی پر برف کے قایم رہنے کا سبب حالانکہ برف بمقابلہ پانی کے زیادہ ثقیل ہے۔

حاصل کلام چونکہ اُستاد ابوریحان اور ابوعبید اللہ معصومی میں جو شیخ کا بڑا فاضل شاگرد تھا نوک جھوک رہتی تھی شیخ نے ان اعتراضات کو اول خوب جانچ لیا

پھر انکا جواب لکھنے کیلئے ابو عبید اللہ کی سپرد کیا اور خود جواب دینے سے بحالت رہا۔ چونکہ ابوریحان کو اپنے جواب کے آنے میں دیر معلوم ہوئی تو اُسنے یہہ سمجھکر کہ شیخ اُن سوالات کی جواب دینے سے عاجز آگیا ہے۔ شیخ کو اُن کی جوابات لکھنے پر اپنے خط کے ذریعہ سے آگاہ کیا شیخ سمجھہ گیا کہ وہ میرے جواب نہ دینے پر میرا عجز خیال کرنے لگا ہے۔ تو خود شیخ نے اپنے قلم تحقیق رقم سے اُسکے جوابات لکھے۔ اور اسکی تمہید میں ایک عذر لکھا جسکا ماحصل یہ تہا کہ "خدا تیری مدد کرے اور تجھکو مکروہات سے بچائے اگر سائل کی جواب دینے میں دیری ہوئی ہے تو کچھہ قصور کی بات نہیں ہے۔ اسلیئے کہ مینے ان مسائل کی جوابات لکھنے کیلیئے ابو عبید اللہ معصومی کے سپرد کیا تھا اور مینے یہہ خیال کرلیا تھا کہ ابو عبید اللہ نے جوابات لکھکر بھیجدی ہونگے" غرضکہ شیخ نے اُس کے ہر ایک سوال کا جواب نہایت روشن اور واضح دلیلوں سے چند اوراق میں لکھکر مرتب کیا اور اسکے خاتمہ پر یہ عبارت لکھی "فهذا جواب ما سالتنيه من المسايل وتحب ان اشكل عليك شئ من هذه الفصول ان تمن علي بمطالبة المعاودة شرحها حتى اعجل في انفتاحها وانفاذها اليك" مینے ان مسائل کے جواب جو تو نے مجھسے پوچھے تھے لکھدئے ہیں۔ اور میں دلسی چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی جواب تیری سمجھہ میں نہ آئے اور تو اُسکو حل نہ کر سکے۔ تو میں بہت ممنون ہونگا اگر تو مجھسے اُن کی شرح چاہیگا۔ کیونکہ میں بہت جلد اُس کو وضاحت سے لکھکر تیرے پاس بھیجدونگا"۔ جب شیخ نے اس رسالہ کو ابوریحان کے پاس بھیجا تو اُسنے اُس رسالہ کو شروع سے آخر تک بالاستیعاب ملاحظہ کیا۔ لیکن خاتمہ کی چند سطریں اُس پر ناگوار گزریں اور اسیوجہہ سے وہ پھر جواب الجواب کے لکھنے اور اعتراضات گڑھنے کے دریئے ہوا اور جابجا اُسمیں شیخ کو ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ سے یاد کیا کہیں اُسنے شیخ کو "ايها الشاب" کے لفظ سے یاد کیا اور کہیں "ايها الفتى الفاضل" کے لقب سے ملقب کیا۔ غرض اُسنے اپنے تعصب اور غصہ کی آگ بجھانے کے لیئے شیخ کے پاس ایک خط جسمیں مذکورہ الفاظ تھے لکھکر روانہ کیا۔ لیکن شیخ نے اسکا کچھہ جواب نہ دیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ایکمدت تک نفس ناطقہ کے تجرد پر اعتقاد رکھتا تھا

آخر اُس نے اپنے خیال کو ان الفاظ میں ظاہر کیا کہ اجسام عنصریہ میں ہمیشہ تبدل اور انحلال اور زوال ہوتا رہتا ہے۔ اور ان سب کو ملانے والا اور جمع رکھنے والا نفس ناطقہ ہے جسمیں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ بہمن یار نے جو شیخ کا بڑا نامی شاگرد تھا۔ اس مسئلہ میں شیخ سے مخالفت کی اور یہ کہا کہ بیشک اجسام میں تبدل و تغیر ہوتا رہتا ہے۔ لیکن باوجود ان تبدیلات کے ظاہر میں وہ ایک ہی دکھائی دیتی ہیں۔ پس اگر نفس ناطقہ کو بھی تبدیلات اور تغیرات میں اجسام کے ساتھ شریک کر دیں تو کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ اور جب خود نفس ناطقہ غیر محسوس ہو تو اُسکے تبدل اور تغیر کا غیر محسوس ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔ پھر اُسنے اپنے اس خیال پر شیخ سے دلیل طلب کی۔ پس شیخ نے اپنے سب شاگردوں کو جمع کرکے اُن سے کہا کہ اس سائل کو مجھسے جواب طلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آیا وہ مجھسے سوال کرتا ہے یا کسی اور سے۔ اگر وہ مجھسے سوال کرتا ہے تو اُسکا سوال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ خود اُسکی رائے کے بموجب اب میں وہ بوعلی نہیں رہا ہوں جو پہلے تھا اسلیئے کہ اب مجھ میں اُس کی رائے کے موافق تبدل و تغیر ہو لیا ہے۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر جو شیخ کا معاصر اور فاضل کامل تھا۔ اُسنے شیخ کے فضل و کمال کا علانیہ صاف طور پر اعتراف کیا ہے اور اُسکے اور شیخ کے درمیان جو رسائل و رسایل ہوئے ہیں۔ اُن سے اُن دونوں کا خلوص اتحاد پایا جاتا ہے گو اُن کے خطوط کا یہاں ترجمہ کرنا مناسب تھا۔ لیکن چونکہ اِن میں بجز ایک دوسرے کی مدح سرائی کے اور کوئی دوسرا مضمون قابل توجہ نہیں تھا۔ اسلیئے اُن کا لکھنا صرف طول کلامی خیال کیا گیا۔

بعض تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ شیخ کو عورتوں سے نہایت الفت تھی اور کثرت مباشرت سے رفتہ رفتہ اسپر ضعف غالب ہو گیا جس سال میں کہ علاؤالدولہ ابن فارس سے لڑنے کے لیئے باب الکرخ کو جو ماوراءالنہر کا ایک موضع ہے گیا تھا۔ شیخ قولنج کے سخت مرض میں مبتلا ہوا اور چونکہ اس مرض کا ازالہ حقنوں سے ہو سکتا تھا اسلیئے شیخ نے بوجہ درد کے یہ کہا کہ ایک دن میں آٹھ دفعہ اُسکو حقنہ کریں۔ لیکن اس علاج سے اُسکی آنتوں میں قروح (زخم-) پیدا ہو گئے۔ اس اثنا میں علاؤالدولہ نہایت جلدی کے ساتھ

ملک ایذج کو جو (اصفہان اور خوزستان مراصد کی درمیان واقع ہے) روانہ ہوا چونکہ شیخ کو ساتھ جانیسے انکار کرنیکا موقع نہ تہا وہ ساتہہ ہولیا راہ میں اسکو مرض صرع لاحق ہو گیا جو کبھی قولنج میں ہوجایا کرتاہے حسب علاج سے مرض صرع جاتا رہا تو وہ اسکے بعد ان قروح کے علاج کیطرف متوجہہ ہوا جسنے ایک خاص قسم کا حقنہ تیار کرایا جسمیں تخم کرفس جو ریاح کا توڑنے والا ہے بمقدار دو دانگ کے ملانے کے لیئے کہا اسکے بعض غلام (خدمتگار) جو حقنہ کے تیار کرنے میں شریک تھے۔ اُنہوں نے عمداً یا سہواً اُسمیں پانچ دانگ تخم کرفس ملادئے اسکے استعمال سے قروح میں زیادتی ہوگئی۔ پس شیخ نے محض علاج صرع کے لیئے معجون شرو دیلوس کا استعمال شروع کیا۔ اسکے بعض غلاموں نے اسمیں افیون کی مقدار زیادہ کردی اور اسوجہہ سے بڑہ گیا آخر ناچار ہوکر اُسکو ایک گاڑی میں بٹھا کر اصفہان کو پہونچایا گیا۔ اصفہان میں پہونچنے کے بعد ضعف اسقدر بڑہ گیا کہ چلنا پھرنا بھی دشوار ہوگیا آخر اُسنے خود اپنے ہاتھ سے دوا بنا کر استعمال کی اور جب ضعف کم ہوتا گیا تو وہ کبھی کبھی علاؤالدولہ کے پاس آنے جانے لگا لیکن چونکہ نقاہت بالکلیہ زائل نہیں ہوئی تھی اسلیئے کبھی تو مرض بڑھ جاتا تہا اور کبھی کم ہوجاتا تھا۔ اس اثنا میں علاؤالدولہ کو ہمدان جانے کا اتفاق ہوا تو اُسنے شیخ کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ راستے کے حرج سے مرض اور بڑہ گیا۔ جب ہمدان میں پہونچا تو اُسکو یقین ہو گیا کہ اب قوت بالکل ساقط ہوگئی ہے اور طبیعت میں مرض کے ساتھ مقابلے کی قوت باقی نہیں رہی ہے۔ مزاج کی اس کیفیت کو دیکھکر اُسنے دوا کا استعمال ترک کردیا۔ اور وہ کہنے لگا کہ اب میرے بدن میں قوت مدبرہ باقی نہیں ہے۔ اب کسی علاج سے فائدہ نہ ہوگا یہ خیال کرکے اُسنے غسل کیا اور اپنے مال کو خیرات کردیا اور غلاموں کو اُسنے اعتاقنامہ (آزادی کا خط) دیدیا اور خود ذکر الٰہی میں مشغول ہوا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا اس اثنا میں اسکا آخری وقت پہونچگیا اور اُسنے اس دار فانی کو رخصت کردیا۔ وقت اخیر میں وہ اس شعر کو پڑہتا تھا ؎

نموت ولیس لنا حاصل   سوے علمنا انہ ما علم

حاصل کلام بقول مشہور ۴۲۸ھ غرہ رمضان روز جمعہ کو اسنے

۵؎ ہم مررہے ہیں اور ہمیں جو علم حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ہمنے کچھ نہ جانا۔

انتقال کیا. لیکن قاضی نور اللہ شستری اور اور مورخین کا بیان ہے کہ ۴۲۶ھ میں انکی وفات ہوئی. اور وہ شہر ہمدان کی سمت جنوب کی فصیل کے نیچے دفن کیا گیا. بعض لوگ اس پر یہ دو اشعار نقل کرتے ہیں. جس سے اسکا سال ولادت اور زمانہ تحصیل علوم اور زمان وفات معلوم ہوتا ہے۔

حجۃ الحق بو علی سینا	در شجع آمد از عدم بوجود
در شصا کسب کرد کل علوم	در تکز کرد این جہاں پدرود

لیکن صاحب حبیب السیر کی یہ رائے ہے کہ شیخ کی عمر بحساب شہور شمسی ترسٹھ سال سات مہینے کی تھی. اور اس قول کی مؤید اور بھی اقوال ہیں. از انجملہ ایک یہ کہ جس زمانے میں اسنے امیر نوح کا علاج کیا تہا اُس زمانہ میں اسکی عمر تیرہ برس کی تھی لیکن اہل روایت اسکو خوب سمجھتے ہیں کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں نہ تو لوگ اعتماد اور عتقاد کر سکتے ہیں اور نہ مریض. دوسرے یہ کہ اس کی تصنیفات و تالیفات کا کمسنی میں ہونا جو بیان کیا جاتا ہے. اگرچہ محال نہیں ہے تاہم بلحاظ عادت کے تو ضرور خلاف ہے. اسلیئے اسی سے فہم مورخین بجائے کلمہ "شجع" کے جسکے اعداد (۳۷۳) ہوتے ہیں لفظ "شجس" کا ہونا قرین واقعہ سمجھا ہے۔ (۳۶۳) ہوتے ہیں گو اس کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں. لیکن ہم اُن کو اسلیئے متروک کر دیتے ہیں کہ اہل درایت خود ان امور کی نسبت فیصلہ کرینگے۔

شیخ کی وفات کے بعد ابو ریحان نے شیخ کے سوالات کو درج کرکے ایک رسالہ مدون کیا. اور اُسکو شیخ کے پس ماندوں کے پاس بھیجا. ابو عبید اللہ معصومی نے جو شیخ کا شاگرد رشید تہا پھر اُسکے جوابات کا رد لکھا. بیان کیا جاتا ہے کہ ان سوالات اور جوابات کو جمع کرنے سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب بنگئی ہے جو اصفہان میں موجود ہے۔

شیخ کے عقاید اور مذہب کے متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا ہے. مگر ہم صرف انکے اشعار کو جنمیں اُسنے اپنے مذہب اور عقاید کو ظاہر کیا ہے. اس مقام پر نقل کرتے ہیں جس سے صاف طور پر اُسکا عقیدہ اور مذہب کا پتہ لگ جاتا ہے اور وہ یہہ ہیں۔

بادۂ عشق در قدح ریختہ اند	و اندر پے عشق عاشق انگیختہ اند

باجان و روان بوعلی مہرعلی چوں شیر و شکر ہم برآمیختہ اند

ولہ ایضاً

بر صفحہ چہر ما خط لم یزلی معکوس نوشتہ نام دو علی
یک لام و دو عین باد و یا معکوس از حاجب و عین الف با خط جلی

قاضی نور اللہ بیان کرتا ہے کہ شیخ کو جن لوگوں نے کافر کہا ہے وہ اہل سنت و جماعت ہیں چنانچہ شیخ نے اُسکی نسبت یہ رباعی لکھی ہے۔

کفر چو منی گزاف و آساں نبود محکم تر از ایمان من ایمان نبود
در دہر یکے چوں من و آں ہم کافر پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود

ابن خلکان نے کمال الدین یونس سے روایت کی ہے کہ علاؤ الدولہ نے شیخ کو پابزنجیر کرکے مجلس میں بھیجدیا اور وہ اُس میں مرگیا چنانچہ ان اشعار سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

روایت بن سینا مجادی الرجال وفی الحبس مات اخس الممات
فلم یشف ما نابہ بالشفاء ولم ینج من موتہ بالنجات

یعنے یہ بات دیکھی گئی کہ ابن سینا لوگوں کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا حالت قید میں ذلیل موت سے مرا نہ کتاب شفا اس کے مرض کے لیئے باعث شفا ہوئی اور نہ کتاب نجات موت کے لیئے باعث نجات بنی۔

لیکن مورخ خزرجی اور قطب الدین لاہجی اور اور لوگ اس امر کو صحیح نہیں جانتے ہیں بلکہ وہ نفس جلیس سے جو اشعار مندرجہ بالا بواقعہ بنے تمرا د حتباس میں اور کمال الدین یونس کی روایت کو غیر مستند خیال کرتے۔ علاوہ ان تمام فضل و کمال کے شیخ اعلےٰ درجہ کا شاعر بھی تھا اور اُسنے اور عربی میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ لیکن ہم اس مقام پر اُسکے چند اشعار تاکہ ناظرین کو اُسکی شاعری کا پایہ معلوم ہوجائے وہ کہتا ہے۔

تذب النفس بالعلوم لترقی وذا لکل فہی للکل بیت
انما النفس کالزجاجۃ والعلم سراج وحکمۃ المرء زیت
فاذا اشرقت فانک حی فاذا اظلمت فانک میت

یعنے اکتساب فضل سے نفس کی تہذیب کرنی چاہیئے اور اسکے سوا اور چیز سے پہلوتہی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ علم بذات خود ایک عمدہ مجموعہ ہے جسمیں سب چیزیں جمع رہتی ہیں۔ نفس مثل آئینہ کے ہے اور علم مثل چراغ کے ہے اور اسمیں حکمت مثل روغن کے ہے جب وہ روشن ہو تو یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ وہ شخص ذی حیات ہے۔ اور اگر وہ تاریک ہے تو یہ جاننا چاہیئے کہ اس شخص کا شمار مردوں میں ہے۔

وہ کہتا ہے کہ

عجباً لقد یحجدون فضایلی ما بین عیالی الے عن ا پے
عابوا علے فضلی وذموا حکمتی واستوامن نقصھم وکمالی
انی وکیدھم وما عابوا بہ کالطود لحضر نطحہ لا دغال
واذا الفتی عرف استرشاد لنفسہ ھانت علیہ ملامت الجھال

یعنے مجھکو اپنے عیب بینوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ وہ میرے فضایل پر حسد کرتے ہیں اور اسوجہہ سے میری حکمت کو مذموم جانتے ہیں۔ لیکن وہ میرے کمال اور اپنے نقصان سے خائف اور ہراساں ہیں حالانکہ اُن کی بدگوئیاں میرے فضل و کمال کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسی کہ جنگلی بکریاں اپنے سینگوں سے پہاڑ کو اوکھاڑنا چاہتی ہیں لیکن جب آدمی اپنے علم اور اخلاق کو جان لیتا ہے تو اسکو جاہلوں کی ملامت کرنے سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے کہ

غذائے روح و بہر باوہ رحیق الحلق کہ رنگ و بوش زند رنگ و بوئے گل راوق
بطعم تلخ چو پند پدر و لیک مفید بہ پیش جاہل باطل بنزد دانا حق :۔
حلال گشتہ بفتوائے عقل بر دانا حرام گشتہ با حکام شرع بر احمق۔

وہ کہتا ہے کہ

دل گرچہ دریں بادیہ بسیار شتافت یک موے ندانست ولی موئے شگافت
اندر دل من ہزار خورشید بتافت آخر بکمال ذرہ راہ نیافت ؂

وہ کہتا ہے۔ کہ

از قعر گل سیاہ تا اوج زحل کردم ہمہ مشکلات گیتی را حل

بیرون جستم ز قید ہر مکر و حیل ہر بند کشادہ شد مگر بند اجل

وله

ز منزلات ہوس گر بروں نہی قدمے نزول در حرم کبریا توانی کرد
ولیک ایں عمل رہروان چالاک است تو نازنین جہانی کجا توانی کرد

بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے حال میں شیخ جبکہ وہ مراتب کمال پر نہیں پہونچا تھا ایک وقت ابو سعید بن ابو الخیر کی مجلس میں اسکو جانے کا اتفاق ہوا اسوقت طاعت و معصیت اور اہل عصیان کے حرمان اور خداوند کریم کے عفو و مرحمت پر کچھہ بحث ہو رہی تھی۔ ابو الخیر بھی کچھہ کہہ رہا تھا۔ شیخ نے اسوقت یہ رباعی پڑھی۔

مائیم بہ عفو تو تولا کردہ وز طاعت و معصیت تبرا کردہ
آنجا کہ عنایت تو باشد باشم ناکردہ چو کردہ۔ کردہ چوں ناکردہ

ابو سعید نے بھی بداہۃً اسکے جواب میں یہ رباعی کہی۔

اے نیک نکردہ و بدیہا کردہ ہنگہ بخلاص خود تمنا کردہ
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

شیخ کی مصنفہ و مؤلفہ عربی و فارسی کی وہ کتابیں جنکو انسنے بخارا میں لکھا ہے وہ یہ ہیں:-

(۱) کتاب مجموعہ جسکا دوسرا نام حکمت عروضیہ ہے۔ اسلیئے کہ شیخ ابو الحسن عروضی اسی کتاب کی تالیف کا محرک تھا۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت شیخ ۲۱ برس کا تھا اور علم حکمت میں انکی یہ پہلی تصنیف ہے۔

(۲) کتاب حاصل و محصول جسکی ۲۰ جلدیں ہیں۔ یہ کتاب شیخ نے ابوبکر برقی کی درخواست پر لکھی ہے۔

(۳) کتاب البر والاثم. دو جلدوں میں لکھی ہے اور یہ کتاب علم اخلاق میں ہے اور
یہ بھی شیخ ابوبکر برقی کے لیئے لکھی ہے
(۴) کتاب لغات سدیدیہ یا اصطلاحات طب میں پانچ جلدوں میں ہے اور جو امیر
نوح بن منصور کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔
(۵) رسالہ مبسوطی علم موسیقی میں جو ابوسہل مسیحی کے نام سے نامزد ہے۔
(۶) علم درایت میں بھی ایک رسالہ ابوسہل کے لیئے لکھا ہے۔
(۷) مقالہ قوائے طبعیہ میں جو ابوسعید یمامی کے نام سے موسوم ہے۔
(۸) قصیدۂ عربی منطق میں جو ابوالحسن سہلی وزیر مامون شاہ خوارزم کے نام سے
معنون ہے۔
(۹) کتاب علم کیمیا جسمیں صور فلکیہ کی ہیئت کا بیان ہے یہ بھی ابوالحسن سہلی
کے نام سے موسوم ہے۔

فرانس کے مورخین نے شیخ کے حالات میں اس رسالہ کا تذکرہ بھی لکھا ہے
کہ شیخ نے اس رسالہ میں بہت ہی عجیب وغریب حکایتیں لکھی ہیں جنہیں سنگ مثانہ کی
پیدائش کے متعلق اسنے سنین ماضیہ کے حکمار کے اقوال بھی لکھے ہیں اور اسی رسالہ
کے باب دوم میں پہاڑوں کے تکون (پیدایش) کی نسبت ایک فصل قایم کی ہے اور
کہتا ہے کہ پہاڑ اسباب اصلی اور اتفاقی کی وجہہ سے موجود ہوئے ہیں منجملہ اُن اسباب
اتفاقی کے زلزلہ کو بھی ایک سبب قرار دیا ہے لیکن ایک اور بیان جس کی صحت میں کلام
ہے اسطرح لکھا ہے اور کہتا ہے کہ اجسام مرکبہ کے چند ٹکڑے جن کا اجزا دمیں تا بنا زیادہ
ہوتا ہے ملک ایران میں ایسی حالت سے اوترآئے ہیں جبکہ وہ مشتعل تھے لیکن
وہ ایسے سخت ہیں کہ خارجی آتش سے بھی نہیں نکل سکتے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایک لوہے
کا ٹکڑا جو اٹھ سو اونس (۱۵۰) ایک سو پچاس ٹن کے اوپر سے گرپڑا تھا۔ اُس کو بادشاہ
وقت کے سامنے لے گئے اسنے اس سے ایک آرہ کے بنانے کا حکم دیا۔ اور عربوں
کا یہ عقیدہ ہے کہ جتنے احالی کا ینی کے ارہ جو بہت ہی تیز ہیں اسی لوہے سے بنائے
گئے ہیں۔
(۱۰) کتاب تدارک جسمیں طبیب کے معالجہ میں خطا کرنے کے اسباب

ہیں اور یہ بھی ابوالحسین سہلی کے نام سے موسوم ہے۔

(۱۱) رسالہ نبض کی متعلق زبان فارسی میں جسکے عنوان میں اُسنے یہ لکھا ہے کہ عقید الدولہ نے میری نام ایک فرمان لکھا جسمیں یہ لکھا تھا کہ میں دانش کے متعلق ایک کتاب لکھوں لیکن جو لوگ علم تاریخ سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہونگے کہ یہ دیباچہ محض غلط ہے اسلیئے کہ شیخ کی ولادت سے ایک سال پہلے عقید الدولہ مرچکا تھا۔ مگر صحیح رائے یہہ ہے کہ اس رسالہ کا مصنف ابوعلی مسکویہ ہے اور یا یہ کہ کاتب نے بجای مجد الدولہ یا شمس الدولہ کی عقید الدولہ لکھدیا ہے۔ لیکن موسیقار کا مسئلہ جو قانون میں لکھا ہے اس رسالہ میں اُس سے بہت ہی مختلف عبارتیں جو لکھی ہیں اُن سے قول اوّل کی تائید ہوتی ہے۔

شیخ کی وہ کتابیں جو اُسنے ملک جرجان میں تصنیف کی ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) کتاب اوسط جرجانی علم منطق میں جو ابو محمد شیرازی کے نام سے موسوم ہی۔

(۲) کتاب مبدأ و معاد بحث نفس ناطقہ میں ہی۔ یہ کتاب شیخ ابو محمد بن ابراہیم فارسی کی نام سے معنون کی ہے۔

(۳) کتاب ارصاد کلیہ بنام شیخ ابو محمد۔ اس کتاب کو اسنے ملک رے میں ختم کیا۔

(۴) کتاب معاد جو مجد الدولہ دیلمی کے نام سے معنون کیگئی ہے۔

(۵) رسالہ خواص سکنجبین جسکا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا ہے۔

(۶) رسالہ خواص حیوانات میں جو ارسطو کی کتابوں سے منتخب کیا گیا ہے اسکو اُسنے ہمدان میں ختم کیا۔

(۷) کتاب شفا علم حکمت میں جو اٹھارہ جلدوں میں ہی اور شیخ کی سب کتابوں میں یہ کتاب زیادہ مشہور بلکہ قابل قدر بھی کتاب ہی۔ اسکی تصنیف کی بابت صاحب طبقات الاطباء لکھتے ہیں کہ شیخ نے اُسکو بیس مہینے کے عرصے میں ختم کیا ہے اس کتاب میں اُسنے متقدمین اور متاخرین کے کلام پر نہایت

سنجیدگی اور متانت سے ریویو کیا ہے۔ اور اس میں عجیب وغریب مشاہدات کو بیان کیا ہے چنانچہ فن ہیئت میں کہتا ہے کہ وہا کرۂ زہرہ وکرۂ عطارد الخ لیکن زہرہ اور عطارد کا کرہ۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ شیخ الرئیس علم آلٰہی میں غلطی سے محفوظ نہیں رہا ہے اور ریاضی کے مسایل میں بھی اسپر شک وشبہات ظاہر کیئے جا سکتے ہیں اور اسنے بوجہ غرور کمالات اور قصور آلات فلکیات کے بیان میں بھی صرف وہم وشبہ سے کام لیا ہے۔ لیکن حق کی بات کی تحقیق اور تحصیل سے بے بہرہ رہ گیا ہے بلکہ اُسنے اپنے مشاہدات کو عین مقصود سمجھکر اسکو بطور یقین کے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مینے زہرہ کے ستارہ کو جرم شمس پر بطور ایک خال کے دیکھا ہے اور یہ اور بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ ابن اح اندلسی جو اس سے متفق الرائے ہے۔ اسنے اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز باتیں لکھی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک روز کوٹھے پر کھڑا ہوا تھا۔ جب میری نظر قرص خورشید پر پڑی، تو مجھکو اس قرص پر دو خالیں نظر آئیں مینے خیال کیا اور جو کہ آخر میں وہ صحیح بھی معلوم ہوا کہ یہہ دونو خالیں جو دکھائی دے رہی ہیں زہرہ اور عطارد ہیں۔ بس مینے کوٹھے سے اوترکر کتاب زوج لیکر جدول اور تقاویم سے سیارات کا استخراج کیا۔ پھر معلوم ہوا کہ عطارد اور زہرہ کا قران ہوا ہے اور یہ دونوں بمقابلہ شمس کے احتراق میں ہیں۔ پھر مجھکو اپنے عمل سے اس بات کا یقین ہوا کہ یہ دونو خال عطارد اور زہرہ ہیں۔ گو کہ اوندلسی کے اقوال میں شیخ کے اقوال سے زیادہ قباحتیں ہیں لیکن ان بزرگ اور لایق لوگوں کی عیب چینی اخلاق کے خلاف ہے۔

اب ہم چند ایرادات کا ذکر کرتے ہیں۔ از انجملہ قاضی زادہ رومی ترتیب افلاک کی بیان میں لکھتا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ صاحب مجسطی کا یہ اعتقاد ہے کہ عطارد اور زہرہ فلک قمر کے اوپر فلک شمس کے نیچے ہیں اور اسکی رائے کو جمہور متاخرین نے تسلیم کیا ہے۔ اسکے بعد وہ کہتا ہے کہ شیخ کا مشاہدہ بھی اسی ادعا اور عقیدہ کے لیے کافی شہادت ہے۔ ملکزادہ یعنے وزیر علوم سلطنت ایران نے اپنی بعض مجموعوں میں لکھا ہے کہ یہ اور بھی زیادہ تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے زمانے کے حکماء نے جنکو مسائل ہیئت اور مقاصد نجوم میں کمال ملکہ ہے کسوف کی نسبت مختلف اور متعدد علتیں اور اسباب تحقیقات سے استقراء کیا ہے جو کہ باب کسوف میں مشرح بیان ہوئے ہیں

تاہم صرف عدم عرض اور زہرہ اور عطارد کا بمقابلہ شمس کے احتراق میں ہونا جو جرم شمس پر خال کے ہونے سے مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ یقین کرتے ہیں کہ وہ خال حقیقت میں ستارہ زہرہ ہے جیسا کہ شیخ کا اعتقاد ہے یا یہ کہ وہ دونوں خال زہرہ اور عطارد کے ہیں۔ اور ابن اوندلسی کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسے مواقع پر وہم اور گمان سے رہنا مناسب ہے۔ لیکن حزم اور یقین سے ہمارے مدعا کی تائید اور اُن کے ادعا کی توہین خود علم ماہیت جدیدہ سے ثابت اور آشکارا ہو جاتی ہے۔

اسلیے کہ اس زمانے کے حکما یقین کے ساتھ یہ بات عام و خاص سے کہہ رہے ہیں کہ جرم شمس پر کلف (داغ) ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تالیفات میں لکھتے ہیں کہ رنگین شیشوں اور دوربینوں کے ذریعے سے جب ہم آفتاب پر نظر ڈالتے ہیں تو اُسکی سطح پر مختلف وضع کے سیاہ کلف دکھائی دیتے ہیں۔ اور اُن کی حرکت سے معلوم ہوا ہے کہ آفتاب پچیس شبانہ روز اور کچھ عرصے میں اپنے محور کے اطراف پھر جاتا ہے اور منجموں نے اس میں مختلف اوضاع اور حالات کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور اس کلف کو پہلے پہل فابرلیتون نے ۱۶۱۰ء میں مشاہدہ کیا ہے اسکے بعد ایک نامی شخص کلیلہ نے بھی ۱۶۱۱ء میں دیکھا ہے۔ حاصل کلام اس کلف کی شکلیں بہت ہی غیر مرتب اور بے ثبات ہیں اور اُن ہر ایک کا محیط بہت صاف اور واضح ہے اور اُسکے اکثر اشکال کے کنارے اپنے متن (وہ سطح جو خطوط کے درمیان ہو) سے زیادہ چمکدار ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظل (سایہ) محیط کا شبہ یا مثال ہے۔

ہرشل جو حکمائے فرنگستان میں نامی حکیم ہے کلف کی نسبت اسنے جو شرح لکھی ہے ہم بعینہ اُسکو یہاں نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے "وہ کہتا ہے کہ آفتاب کی کلف کو بقا اور ثبات نہیں ہے۔ اور دن بدن بلکہ لمحہ بلمحہ اُس کی مساحت اور مقدار میں تغیرات اور تبدلات ہوتے رہتے ہیں۔ اور جسکی وجہ سے اسکی ابعاد میں کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے اور اسکی شکلیں بدلتی جاتی ہیں۔ اسکے بعد وہ کلف اپنی مقام مرئی سے بالکل محو ہو جاتا ہے اور دوسری مقام میں جہاں بالکل کلف کا اثر ہی نہیں ہوتا ہے یکایک اس

۵۱؎ ابعاد ثلثہ سے مراد طول۔ عرض۔ اور عمق ہوتی ہے۔

دوسری مقام پر نمایاں ہوتا ہے اور جب وہ کلف ایک مقام سے معدوم اور منتقل ہو دوسرے
مقام میں ہجانا چاہتا ہے تو اول اسکا متن د وسط جو بہت ہی باریک ہوتا ہے نقصان
پذیر ہونے لگتا ہے، اور اسیطرح اسعرض سے گھٹ کر اس دوسرے طول پر زیادتی پیدا
کرتا ہے۔ جس حال میں کہ وہ کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے اس اثنا میں وہ بالکل مستطیل
بنجاتا ہے۔ اور قبل اسکے کہ وہ منتفی (عدم) ہوجائے اسکے اطراف وحواشی کی روشنی
مدہم بلکہ محو ہونے لگتی ہے اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ایک کلف کی دو شقیں
(شاخیں) ہوکر وہ کلف بنجاتی ہیں اور کبھی چھوٹے چھوٹے چند مستعد وکلف بھی ہو
جاتے ہیں۔ ان حالات کا ظہور اس بات کی دلیل ہے کہ سخت سیلان اور جریان کا وجود
بجز ان بانعات کے جو سائل ہوتے ہیں اور کسی میں نہیں ہوتا ہے۔ اور اقسام رقیقہ ہی میں ہی
وہ صورت پذیر ہوتا ہے اور نیز ان میں بھی یہ بات متموج شدید کے وجود پر کافی دلیل ہے
جو کہ اسطرح کا تموج ہوا میں ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یا یہ کہ جسجگہہ جسوقت بخارات
جمع ہوتے ہیں اسوقت ان سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان حرکات کے ظہور کی عرصے
کی کوئی وسعت ہی نہیں ہے۔ بلکہ وسعت میں اور زیادہ ممتد رہتے ہیں۔ اور نجومیوں
نے بذریعہ رصد کے ان کلفوں کو دیکھا ہے کہ ان کا حقیقی قطر دس ہزار فرسنگ سے
بھی متجاوز ہے اور یہ مقدار زمین کے قطر کے مقابلے میں چگونہ ہے۔ پس اس حساب
سے ایک رات دن کے عرصے میں اس کلف کے دونوں ضلعوں میں سے ایک ضلع
بمقدار تبیس فرسنگ بلکہ اس سے ہی زیادہ سیر کرکے مل جاتا ہے اور پھر وہ اسی حالت
میں ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ چھ ہفتے کے عرصے میں وہ کلف بالکلیہ معدوم ہوجاتا ہی
اور چھ ہفتہ سے زیادہ شاید ہی کوئی نادر کلف قایم رہتا ہے اور اگر وہ قایم رہے تو وہ
اتفاقات میں شمار ہوتا ہے۔

لیکن ہرشل پھر کہتا ہے کہ جو کلف قرص پر ستر روز تک ظاہر اور قایم رہتا ہے
یقیناً وہ نادر ہے" وہ خود جو نقل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ "بڑے کلف کے اطراف میں یا
اس مقام میں جہاں کلف زیادہ جمع رہتے ہیں اکثر اوقات اس میں ایسے مواضع
دکھائی دیتے ہیں جو سب صفحات سے زیادہ درخشاں ہوتے ہیں۔ اور ان روشن اور
چمکدار مواضع کو زبان فرانس میں فاکول (مشعل) کہتے ہیں۔ کیونکہ کبھی کبھی اس مشعل

کے قریب میں بعض اور کلف دکھائی دیتے ہیں جو اُس سے پہلے ان مواضع میں ظاہر تھے اس سے یہ قوی احتمال ہوتا ہے کہ وہ کلف بعینہ یعنی بجائے خود ایک طوفان عظیم ہوں جو بوجہ ہوا کے سخت تموج کے جو ہوا کے طبقہ اعلے میں ہوتا ہے اور یہ آفتاب پر محیط ہی ظاہر ہوتا ہے۔

"حاصل کلام باوجود اس تفصیل کے بھی اب تک اُن کی مقدار اور تعداد کامل طور پر دریافت نہیں ہوئی اسلئے کہ وہ بادل کے ٹکڑوں سے بہت زیادہ مشابہ ہوتے ہیں چنانچہ اُن کی تعیین اور شمار ناممکن ہے اور اسیواسطے کلف کی تحقیق کسی قاعدے اور ضابطہ کی تحت میں نہیں آسکتی تاہم ہم کو اپنے متقدمین حکما کا مشکور ہونا چاہیے جو باوجود نقصان آلات بلکہ اُن آلات کے نہ ہونے پر بھی ایسے امور کو جہاں تک ممکن تھا دریافت کیا اور اوسکو اپنے تصنیفات میں بیان کیا۔ چنانچہ قاضی زادہ لکھتا ہے کہ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرص آفتاب پر چند سیاہ داغ ہیں جو اُس کے مرکز سے تھوڑے ہی اونچے ہیں۔ جیسے چاند میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پس ان وجود سے یہ لوگ تحسین و آفرین سکے بمقابلہ حکمائے یورپ کے زیادہ مستحق ہیں جنہوں نے صدیوں کی تحقیقات اور بذریعہ آلات معتبرہ اور عمدہ ٹیلسکوپوں کے ان امور سے واقفیت حاصل کی ہے۔

ہمارے دعوے کی صداقت اور شیخ اور ابن اوندلسی کے ادعا کے بطلان پر یہ کافی شہادت ہے کہ علمائے ہیئت جدیدہ اور صناعان ارصاد موجودہ جو کسوف شمس کا زہرہ اور عطارد سے ہونا بطریق تحقیق اور ثابت کیا ہے اور اُن کی علتوں اور اسباب کو معلوم کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ صحیح استخراج کے عمل سے یہ ابھی تک واضح طور پر معلوم نہیں ہوا ہے کہ کسی زمانے بھی زہرہ اور عطارد ایک ہی وقت اور ایک ہی زمانہ میں آفتاب پر واقع ہوئے ہوں۔ مگر یہ واقعہ محال اور ممتنع نہیں ہے۔ لیکن اسکے وقوع کے جیسا کہ ابن اوندلسی نے بیان کیا ہے معتقد نہیں ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک کا آفتاب پر واقع ہونا صحیح اور یقینی تصور کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ امر بارہا واقع ہوا اور واقع ہوتا رہے گا۔

چنانچہ میسور کو سلطنت فرانس کے رصد خانے کا سابق صدر حاکم آفتاب پر سے عطارد

کے عبور کرنے کی نسبت لکھتا ہے کہ "ایک عرب کو طبیب و منجم نے جسکو ابن رشد کہتے ہو
ہیں بارہویں صدی عیسوی موافق پانچویں صدی ہجری میں یہ خیال کیا ہے کہ
اُسنے خود جرم عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا ہے۔ لیکن جسوقت کہ عطارد نے آفتاب
پر سے عبور کیا تہا اُسکا قطر بارہ ثانیہ[۱] سے نو یا دس نہیں تہا اور کلف جو مستدیر اور سیاہ
جسکی مقدار بارہ ثانیہ ہوتی ہے قرص آفتاب پر ٹھیک طور پر دیکھا نہیں جا سکتا
لیکن اسکے بیان سے اسبات کا قوی احتمال ہوتا ہے کہ اسنے آفتاب کے جس کسی
ایک کلف کو دیکھا ہے عطارد خیال کر لیا ہے۔ بلکہ ہم اسی بحث کو سکالیشرہ اور کپلر
کے ادعا کے مقابلے میں پیش کر سکتے ہیں اسنے سنہ ۱۶۸۷ء مطابق اوسط سفر سنہ ۱۰۱۶ میں
عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا ہے۔ لیکن عطارد کو قرص آفتاب پر سب سے پہلے جسنے
دیکھا ہے وہ گاساندی ہے جو پیرس کے مدرسے کا معلم تھا۔ اسنے ۷ نومبر سنہ ۱۶۳۱ء مطابق
اوسط سنہ ۱۰۴۱ میں شہر پیرس میں عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا تہا اور یہ اس ترکیب سے
دیکھا گیا تہا کہ اسنے ایک سفید کاغذ پر آفتاب کا عکس لیا تہا اور اس وقت رویت کلف
کا یہی طریقہ مستحسن سمجھا جاتا تہا۔ دیکھکر وہ چیخ اٹھا کہ میں نے وہ چیز دریافت کی ہے
جسکی تحقیق و تفتیش میں حکمائے طبعی سالہا سال تک سرگردان رہ چکے ہیں۔ لیکن
اوسکا مقصود حجر حکما اور زیبق (سیماب) و طلا سے تہا۔

حاصل کلام ہم اسوقت میں یہ خیال کرتے ہیں کہ آفتاب پر جو چیز ہے وہ زہرہ ہے
اور جسکا مشاہدہ قرین قیاس بھی ہے اور نیز یہ کہ علمائے ہیئت اور نجوم اور صاحب
ارصاد و زیجات جو اپنے دعاوی کے اثبات میں سوائے دلائل ہندسی کے کسی دلیل کو
مستند اور معتبر نہیں سمجھتے ہیں انہوں نے انہیں دلایل سے اعلان کر دیا ہے۔ چنانچہ چند
سال قبل یورپ کے منجمین نے یہہ استخراج کیا تہا کہ ۲۸ شوال روز چہار شنبہ سنہ ۱۲۹۱ھ مطابق
۸ و ۹ دسمبر ماہ فرانس سنہ ۱۸۷۴ء میں ستارہ زہرہ جرم شمس پر سے عبور کریگا اور اس وجہہ سے
جرم زہرہ سے جرم شمس میں کسوف نمایاں ہوگا۔

---

[۱] محیط آسمان کے ۱/۱۲ حصہ کا نام برج اور برج کے ۱/۳۰ حصہ کا نام درجہ اور درجہ کے ۱/۶۰ حصہ کا نام دقیقہ
اور دقیقہ کے ۱/۶۰ حصہ کا نام ثانیہ ہے۔

[۲] یہاں سنوں میں کچھہ غلطی ہوگئی ہے۔

نیوٹن نے جو میرزا عبد الغفار نجم الملک مدرسہ دار الفنون کو کل ریاضیات کی معلم کا ہمعصر تھا اور جو ہیئت جدیدہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا خوض کر کے منجمین یورپ کے موافق استخراج کیا اور تقویم میں اس حادثہ اور واقعہ کا حال مفصل لکھدیا۔

حاصل یہ کہ یورپ کے نجومیوں نے بعد استنباط اور استخراج کے اس واقعہ کا مفصل حال کہ وہ کن کن مقامات سے مشاہرہ کیا جائیگا لکھکر اطراف واکناف میں شایع کردیا۔ اور نیز معتبر طلسکوبوں اور صحیح دوربینوں اور اور ضروری آلات وادوات جنکی اس عمل میں ضرورت پڑتی تھی ساتھ لیکر مختلف ملکوں کو چلے گئے تا کہ اس کسوف کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں بہت سے اُن میں سے ملک چین کو روانہ ہوئے اور کچھ ہند میں پہونچے اور بعض راصدین ملک روس میں پہونچے اور کچھ لوگ عکس کے ایک ہزار صفحہ اور تمام آلات لیکر اصفہان میں آکر مقیم ہوئے اور ان میں سے چند لوگ طہران میں مرحوم سپہ سالار میرزا محمد خان قاجار و ولو کی کوٹھی میں مقیم ہوئے اور روز موعود کا انتظار کرنے لگے پس یوم موعود یعنے ۲۸ شوال آن پہونچا۔

شہزادہ اعتضاد السلطنت وزیر علوم لکھتا ہے کہ طلوع آفتاب پر ہم نواب معتمد الدولہ فرہاد میرزا کی ساتھ مرحوم سپہ سالار کی کوٹھی کو روانہ ہوئے اور وہاں مشیر الدولہ وزیر امور خارجہ سپہ سالار اعظم حاجی میرزا حسین خاں موجود تھے۔ اور اس مجمع میں نیز اور ارباب علم وفضل مثلاً مقرب الخاقان جعفر قلیخان رئیس مدرسہ مبارک دار الفنون و میرزا عبد الغفار نجم الملک وغیرہ حاضر تھے باوجود اسکے کہ آفتاب برج قوس میں تھا اور ہوا میں انقلاب کا جو احتمال اور بادل جس کی کدورت اس مشاہدہ کی مانع ہو سکے چنداں نمایاں نہیں ہوا پس جن آلات اور ادوات کی اس عمل میں ضرورت ہو سکتی تھی وہ نصب کر دئے گئے اور جو اشیا کہ اسکی مانع ہوتی تھیں وہ اٹھا دی گئیں اسکے بعد حسب مرضی نہایت اطمینان سے اس کسوف کے دیکھنے میں متوجہ ہوئے تقریباً دو گھنٹہ تک زہرہ کا جرم شمس پر سے عبور ہو رہا تھا اور اس کو جرم کی کنارہ سے مرعی (دکھائی دینا) ہوتا تھا ہم برابر اسوقت تک دیکھتے رہے کہ زہرہ کے جرم شمس سے جدا ہونے کے لیئے بیس دقیقہ باقی رہ گئے ہمنے کئی بار دیکھا کہ بوجہ شعاع شمس کے اس ہوا میں جو اسکے اردگرد تھی اور جسکو زبان فرانس میں آتمسفر

کہتے ہیں اتنے حوادث اور اختلافات پیدا ہوئے جو بہت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتی تھی غرض یہ کہ ہمنے یورپین مصنفین کی علم ہیئت کی کتابوں میں جن امور کو دیکھا تھا اُن کو تمامہ مشاہدہ کیا اور زہرہ کے اردگرد کی ہوا کا جو حال سنا تھا اُسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

یہ معلوم رہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دوزخ جسکی خبر خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو دی ہے وہ کرہ زہرہ ہے اور بہشت جسکی خبر انہوں نے دی وہ جرم آفتاب میں ہے اور یہ مذہب اسلام سے کسیقدر مناسبت رکھتا ہے جیسا کہ اخبار و آثار سے مستفاد ہوتا ہے کہ بہشت آسمان چہارم پر ہے۔

حاصل کلام ہمارے واپس ہونیکے بعد وہ نجومی اپنے حساب میں مصروف ہوئے اور حسب قواعد انہوں نے جو استخراج اور استنباط کیا ہے اسکے بموجب یہ اعلان دیا ہے کہ آٹھ سال کے بعد پھر جرم شمس زہرہ سے منکشف ہوگا۔ اور پھر دوسری سو سال میں یہ واقعہ پیش ہوگا اور یورپ کے منجم اور اہل رصد عام مجہولات کی تحصیل اور معلومات کی تکمیل میں نہایت کوشش و تحقیق کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے کسوف کو دریافت کرنے میں نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہیں اسلئے کہ ٹیلیگراف کی جلد پہونچنے والی خبروں سے جس طریقے سے کہ اُن کی کتابوں میں مندرج ہے عمدہ طرح سے ایک مثلث بنا سکتے ہیں اور اسکے ذریعے سے آفتاب کے منظر کا اختلاف اور زمین کے بعد کو آفتاب کے مرکز سے جو کہ عالم ابعاد و اجرام کا منبع ہے معلوم کر سکتے ہیں پس اسیوجہ سے اس زمانہ میں جب صحیح استخراج کے رو سے اس قسم کے کسوف سے واقف ہو جاتے ہیں تو پھر اس کے مشاہدے میں کوئی تامل نہیں ہوتا ہے۔ پس ضروری طور پر ہر ملک میں جہاں کہ اُسکی رویت ممکن ہوتی ہے اُسجگہ پر قبل از وقوع واقعہ کے جایا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک دلچسپ اور پرانی اور نئی تحقیقات کے متعلق بیان تھا اسلئے ناظرین کی دلچسپی کے لیئے اوسکا کچھہ مختصر حال لکھہ دیا گیا اس لیئے کہ اس امر سے واقفیت پیدا کرنے کے لیئے بڑی بڑی ضخیم کتابوں کا دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

شیخ کی وہ کتابیں جو اُس نے ہمدان میں تصنیف وتالیف کی ہیں۔

کتاب ہدایہ علم حکمت میں۔ رسالہ ادویہ قلبیہ کے بیان میں۔ اشارت ایک جلد میں جو علاج قولنج میں ہے۔ رسالہ ارشاد جو اسنے اپنے بھائی شیخ محمود کے لیئے لکھا تھا رسالہ حی بن یقظان[۱]۔ کتاب قانون علم طب میں یہ کتاب مختلف مقامات میں تکمیل پائی گئی اُسکا کچھہ حصہ جرجان میں اور کچھہ ری میں اور کچھہ ہمدان میں لکھا جاکر پورا ہوا یہ کتاب پانچ کتابوں پر مشتمل ہے۔ کتاب اول امور کلیہ میں اور یہ چار فنون پر مشتمل ہے۔ کتاب دوم ادویہ مفردہ میں اس میں دو جملہ ہیں۔ کتاب سوم امراض جزئیہ بدن میں جو کہ سر سے پاؤں تک ہوتے ہیں۔ اس میں ۲۲ فن ہیں کتاب چہارم امراض جزئیہ میں جو اعضائے غیر مخصوص میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسمیں پانچ فن ہیں۔ کتاب پنجم ادویہ مرکبہ میں جو کئی فن اور دو جملہ سے مرکب ہے شیخ نے اس کتاب میں علاج سل اور ان قروح کے متعلق جو سینہ میں پیدا ہوتی ہیں لکھا ہے کہ مینے بارہا آزمایا ہے اور ہر طرح سے اسکو نافع پایا ہے وہ یہ ہے کہ مسلول آدمی کو کامل ایک سال تک گلقند شکر کا استعمال کرنا ضروری ہے اور ہر روز جسقدر ہوسکے روٹی کے ساتھ بھی استعمال کریں اور اگر اس میں ضیق النفس محسوس ہونے لگے تو بقدر حاجت شربت زوفا کا استعمال کریں اور اگر حمی دق (تپ دق) نمایاں ہو تو قرص کافور کا استعمال کریں۔ اسمیں کوئی شک وشبہ نہ کریں بفضل خدا شفا ہی حاصل ہوگی۔ اگر مجھکو لوگوں کے طعن وتشنیع کا اندیشہ ہوتا تو بیان نہ کرتا اور چونکہ میں حقیقت میں لوگوں کے طعن وتشنیع سے نہیں ڈرتا ہوں اس لیئے اسکے متعلق چند واقعات بیان کرتا ہوں اور وہ یہہ ہے کہ ایک عورت مرض سل میں مبتلا ہوئی

[۱] حی بن یقظان اُس شہر کا حاکم تھا جہاں کہ شیخ محبوس تھا۔

اور اس کا مرض اسقدر بڑہ گیا کہ وہ مرض کی تکلیف سے تنگ ہوگئی اور بیماری
اسقدر طول پکڑ گئی کہ اُسنے اپنا مرنا ٹھان لیا اور یہ کہا کہ میرے لیئے سامان
موت تیار کرایا جائے۔ لیکن اُسکا بہائی اُسکے معالجہ پر آمادہ ہوا۔ اور وہ اُسی
طریق سے اُسکا علاج کرنے لگا۔ خدا کے فضل سے اُس کا مرض زائل ہوگیا
اور اُسکو شفا حاصل ہوگئی۔ میں اس بات کے کہنے سے بہت ہی پس و پیش
کرتا اور شبہ پاتا ہوں کہ اُسکو کسقدر گلقند کہلایا جاتا تہا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ
میں اُسکی مقدار کو بتانے کی جرأت نہیں کرسکتا ہوں۔ بلکہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں
کہ وہ میرے بیان سے بہت زیادہ ہے اور جسکا لوگ اعتبار نہیں کرینگے۔ کتاب
انصاف جو بیس جلدوں میں ہے اُسکو اصفہان میں لکھا۔ اس کتاب میں اُسنے
ارسطو کی کتابوں اور رسالوں کی شرح لکھی ہے۔ اور اس کتاب کے انصاف کے
نام سے موسوم ہونے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں اُسنے مشرق اور
مغرب کے فلاسفروں کے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ صاحب طبقات الاطبا
نے اسکی نسبت لکھا ہے کہ "النصف فیہ بین المشرقیین والمغربین"۔ جس زمانہ میں
کہ سلطان مسعود نے اصفہان پر چڑہائی کی تھی۔ اس زمانہ کے فتنہ و فساد اور دار و
گیر میں یہ کتاب تلف ہوگئی۔ اور دوبارہ جبکہ اس کو مدون اور مرتب ہونا چاہیے
تہا نہیں ہوئی۔ کتاب[۸] لغت العرب یہ کتاب پانچ جلدوں میں تھی۔ اور چونکہ
اس کتاب کا بیضہ نہیں ہوا تہا ابو سہل کی لڑائی میں یہ بھی تباہ ہوگئی۔ کتاب[۹]
حکمت علائیہ فارسی اور جسکا دوسرا نام دانش نامہ ہے۔ علاؤ الدولہ کے لیئے
لکھی تھی۔ کتاب[۱۰] نجات دو جلد میں کتاب[۱۱] در علم مخارج حروف۔ رسالہ[۱۲] الطیر۔
کتاب[۱۳] حدود الطب۔ مقالہ[۱۴] در قوائے طبعیہ۔ کتاب[۱۵] عیون الحکمت۔ اس کتاب میں
علم طبعی علم الہی اور ریاضی بیان کیا گیا ہے۔ دس جلدوں میں ہے۔ مقالہ[۱۶] عکوس ذوات
الخطط التوحیدیہ میں۔ مقالہ[۱۷] الہیات میں۔ کتاب[۱۸] معجز کبیر منطق میں۔ کتاب[۱۹] نجات
جسکا نام معجز صغیر بھی ہے۔ مقالہ[۲۰] در تحصیل سعادت اس کو حجج عربیہ بھی کہتے
ہیں۔ مقالہ[۲۱] در قضا و قدر جس زمانہ میں کہ شیخ ہمدان سے سفر کرتا ہوا اصفہان
کو جا رہا تہا مسافرت میں لکھا ہے

مقالہ در خواص کاسنی۔ مقالہ فی اشارۃ الی المنطق۔ مقالہ در تعریف و تقسیم حکمت و علوم مقالہ مزوں اور پانی کے بیان میں۔ تعالیق طبیہ یہ کتاب ابو منصور کے لیئے لکھی تھی۔ مقالہ خواص خط استوا میں۔ یہ مقالہ ابوالحسین بہمنیار کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ رسالہ سجدہ مسئلہ ابوریحان بیرونی کے جواب میں۔ مقالہ ہیئت ارض اور اُسکے ثقیل مطلق ہونے کے بیان میں۔ کتاب حکمت المشرقیہ۔ مقالہ علم موسیقی میں یہ مقالہ موسیقی کے اُس فصل کے علاوہ ہے جو کتاب نجات میں قائم کی گئی ہے۔ مقالہ اجرام سماویہ میں۔ کتاب آلات رصد کے بیان میں یہ کتاب اُسنے اس زمانے میں لکھی ہے جبکہ علاؤالدولہ نے اُسکو اصفہان میں رصدگاہ بنانے کے لیئے کہا تھا۔ کتاب درکیسہ و رصد اسی کتاب میں علم طبعی پر چند تعلیقات بھی ہیں۔ مقالہ عرض قاطیغوریاس۔ رسالہ اضحویہ معاد میں۔ مقالہ جسم طبعی اور تعلیمی میں کتاب حکمت عرشیہ الٰہیات میں۔ مقالہ اس بیان میں کہ زید سے جو علم ہوتا ہے۔ وہ عمر کے علم کے علاوہ ہے۔ کتاب تدبیر لشکر اور خراج لینے کے بیان میں۔ مناظرات جو ابو علی نیشاپوری اور شیخ کے درمیان ماہیت نفس میں ہوئے ہیں۔ کتاب خطبات اور تمجیدات اور اسجاع و قوافی میں اس کتاب میں اس نے ان امور کا جواب لکھا ہے جو بعض خطبوں کو جو دوسروں کے ہیں اُسکیطرف منسوب کیئے گئے تھے۔ مختصر اقلیدس شیخ کا خیال تھا کہ اسکو کتاب نجات میں شامل کر دیا جائے۔ مقالہ ارثماطیقی میں۔ قصاید عشرہ اور اشعار زہد وغیرہ میں۔ رسایل فارسی اسمیں مخاطبات اور مکاتبات ہیں تعالیق حنین بن اسحٰق کی کتاب طب پر۔ کتاب معالجات میں یہ کتاب قوانین کے نام سے بھی موسوم ہے۔ رسالہ چند مسائل طبیہ میں۔ جوابات بھی ہیں مسائل کا جو علماے عصر نے اُس سے سوال کیا تھا۔ مسائل شرح اللہ اکبر میں۔ جوابات مسائل ابو حامد۔ جواب مسائل علماے بغداد جسمیں انہوں نے اس شخص سے سوال کیا تھا جو ہمدان میں حکمت کا دعوے کرتا تھا۔ رسالہ علم کلام میں دو باب میں ہے شرح کتاب نفس ارسطاطالیس۔ مقالہ در نفس۔ مقالہ در ابطال

احکام نجوم۔ کتاب الملح نحو میں۔ فصول الٰہیہ اثبات اول میں۔ فصول نفس اور طبعیات میں۔ رسالہ بیان زہد میں۔ یہ رسالہ ابوسعید بن ابوالخیر کے لیئے لکھا تھا۔ مقالہ اس بیان میں کہ ایک ہی چیز جوہر و عرض نہیں ہوسکتی۔ رسالہ ان مسائل میں جو شیخ اور علماے عصر کے ساتھ مختلف علوم میں کیئے گئے تھے تعلیقات جنے ابوالفرج بن ابوسعید یمامی نے شیخ سے مجلس درس میں استفادہ کیا تھا اسمیں شیخ نے ان مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔ مقالہ اپنی تصنیفات اور تالیفات کے بیان میں کہ اسنے اس کتاب کو کہاں اور کس زمانہ میں تصنیف کیا ہے۔ رسالہ ابوالحسن عامری کے چودہ مسائل کے جواب میں۔ کتاب مفاتیح الخزائن منطق میں رسالہ جوہر و عرض میں۔ کتاب تاویل اور تعبیر رؤیا میں۔ مقالہ ابوالفرج بن طیب کے کلمات کے رد میں۔ رسالہ عشق کے بیان میں یہ رسالہ ابوعبید اللہ معصومی کے لیئے لکھا گیا ہے۔ رسالہ انسان کے قوے اور ادراکات کے بیان میں۔ مقالہ حزن (آلام) اور اس کے اسباب میں۔ رسالہ نہایت اور لانہایت کے بیان میں۔ کتاب حکمت حسین سہلی کے نام سے موسوم ہے فقط ؛